ہانی تبسم

موسم غم جاناں سے ہو

سرِراہ کچھ بھی کہا نہیں، کبھی اس کے گھر میں گیا نہیں
میں جنم جنم سے اس کا ہوں، اسے آج تک یہ پتا نہیں
یہ خدا کی دین عجیب ہے کہ اسی کا نام نصیب ہے
جسے تو نے چاہا وہ مل گیا، جسے میں نے چاہا ملا نہیں

گہرے بادلوں نے سیاہ آسمان کو گھیرے میں لے کر عجب سماں باندھ رکھا تھا۔ بارش تو اترے لیکن ہلکی رفتار سے ہو رہی تھی۔ فضا میں رچی پھولوں کی دلفریب خوشبو کو اپنے اندر اتارتا وہ ٹیرس پہ کھڑا تھا۔

رات اتنی حسین تھی کہ آنکھوں میں یہ منظر ہمیشہ کے لیے قید کرنے کو دل کر رہا تھا۔

"شاید میرے دل کا ملال ختم ہو گیا ہے۔ اسے ختم ہونا بھی چاہیے تھا، ورنہ میں ناشکروں میں شمار ہوتا۔" گہری سانس بھر کر اس نے اس خمار آلود موسم کی میٹھی ٹھنڈک دل کے نہاں خانوں میں اتاری۔

"کچھ لوگ بھی زندگی میں خوشبو کی مانند آتے ہیں، دل کے نہاں خانوں میں جگہ بنا کر ساری عمر کو بہار کر دیتے ہیں۔"

ابھی وہ نہ جانے اور کیا کیا سوچتا جب اسے اپنی گردن پہ ہاتھ کا اچھا خاصا دباؤ محسوس ہوا۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور مسکرا دیا۔

مکمل ناول

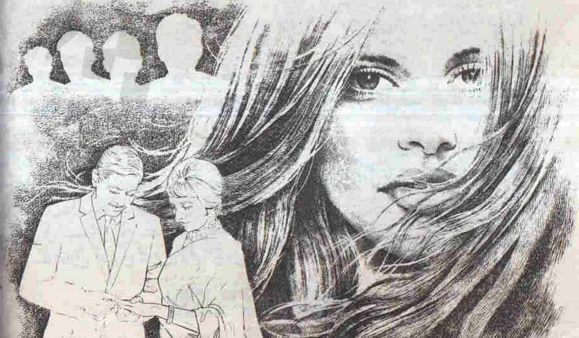

"کیا رات یہیں بتانے کا ارادہ ہے' اداس جگنو بلکہ اداس مجنوں!" پیچھے کھڑا زاویار طنزیہ استفسار کر رہا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟" نہایت اطمینان سے مڑ کر اس نے پوچھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ تو نے قدرت کے لکھے کو تسلیم نہیں کیا اور جب تسلیم نہیں کیا تو تو یہیں سوئے گا' چارپائی لادوں۔" زاویار نے سنجیدگی سے پوچھا اور اس کی مضحکہ خیز شکل دیکھ کر اسفندیار کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اب ہنس کیوں رہے ہو؟" وہ بگڑا۔

"یار! تم سنجیدہ نہ ہوا کرو اور اگر ہو ہی جاتے ہو تو رنجیدہ نہ ہوا کرو۔ مجھے اس ٹریجک کامیڈی پہ ہنسی آجاتی ہے۔" بمشکل ہنسی روکتے ہوئے اس نے کہا۔

جواب میں زاویار نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اسے لیے اس کے کمرے کے دروازے کے آگے جا کھڑا ہوا۔

"یہ کمرہ تمہارا ہے' صرف دو دن کے لیے تمہیں اس سے آؤٹ کیا گیا تھا۔" اس نے جیسے اسے پتے کی بات بتائی اور جواباً" اسفندیار نے گردن کو خم دیا۔ اور کہا۔

"ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مجھے یہ پتہ تھا۔" زاویار نے دروازے کا ہینڈل گھماتے ہوئے اسے بازو سے پکڑا اور بولا۔

"پتہ تھا تو اندر کیوں نہیں جاتے' باہر کیا الو کی طرح آنکھیں پھاڑ رہے ہو۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے کہا اور اسفندیار کو اندر دھکیلا اور پیچھے سے دروازہ بند کر کے دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھاتے اوپر کی طرف دیکھا پھر ہاتھ منہ پر پھیر لیے اور نیچے جانے کے لیے قدم بڑھائے۔

اندر آ کر اسفند نے سب سے پہلے تو اپنے حلیے کا جائزہ لیا' شرٹ کا کالر ٹھیک کیا پھر اپنے بلیک ٹوپیس کی نادیدہ شکنیں دور کرتا وہ آگے بڑھا۔ ایک طائرانہ نظر اس نے کمرے پر ڈالی اور کمرے کی آرائش پہ بے اختیار اس کی آنکھوں میں ستائش ابھری۔

سب کچھ خانم اور آغاجی نے اپنی نگرانی میں کروایا تھا اور اسے بالکل بھی ادھر گھسنے نہ دیا تھا۔ بہت خوبصورت انداز میں سجا کمرہ ڈل گولڈن اور آف وائٹ کلر کے امتزاج کا فرنیچر اور فرنیچر سے ملتی جلتی ساری سیٹنگ۔ پھر اس کی نظر کمرے کے بیچوں بیچ پڑے بیڈ پر پڑی جس کے اطراف ڈھیروں ڈھیر لڑیاں بہت مہارت اور خوبصورتی سے لگائی گئی تھیں اور ان تازہ پھولوں کی مہک چہار سو کمرے میں چکراتی پھر رہی تھی۔

بیڈ کے قریب پہنچ کر اس نے پھولوں کی لڑیاں ہٹائیں' ایک رنگ و بو کا ریلا تھا' اس نے گھونگھٹ اٹھایا۔

بھرے بھرے دلکش ہونٹ' بوجھل سانسوں کا زیروبم کچھ اور جھکتا ہوا سر اور نشیلی آنکھوں پہ گھنیری پلکوں کی چلمنیں' اس کا دل اک نئی لے پر دھڑک اٹھا تھا۔

وہ اتنی دلکش' اتنی حسین بھی لگ سکتی ہے' اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور اس کے یخ ہوتے ہاتھوں کو تھام لیا۔ اس کا جھکا ہوا سر کچھ اور جھک گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"سر! ٹائم کتنا رہ گیا ہے۔" یہ کوئی پانچویں دفعہ تھی کہ وہ بچہ اٹھ کر اس کے قریب آیا اور ٹائم پوچھا اور ہر دفعہ کی طرح اسے جواب دیا "دس منٹ" اور وہ اطمینان سے سر ہلاتا ہوا واپس جا بیٹھا۔

یہ نرسری کلاس تھی اور اسفند کو تقریباً" ایک مہینہ ہو گیا تھا یہاں پڑھاتے ہوئے۔ اتنے چھوٹے سے بچے کا یوں آ کر ٹائم کے بارے میں پوچھنا اور پھر جواب سن کر مطمئن انداز میں سر ہلا کر واپس بیٹھ جانا اسے بہت مزہ دے گیا تھا۔

اس بچے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دس منٹ کیا ہوتے ہیں اور کب ختم ہوں گے پھر بھی ہر دو سیکنڈ گزرنے پر ٹائم ضرور پوچھتا ہے۔" یہ سوچ کر اسے ہنسی بھی آئی اور اس ننھے منے بچے پہ پیار بھی۔

کبھی کبھار یہ بچے اپنی باتوں اور حرکتوں سے اسے اتنا تنگ کرتے کہ اسے غصہ آجاتا لیکن نہ تو وہ غصہ کا اظہار کر سکتا تھا اور نہ پیار و محبت کا کہ اسکول والے اسے نکال باہر کرتے۔ چھٹی کی بیل پہ اس نے بچوں کی لائن بنوائی اور وہ اس کی سرکردگی میں باہر جانے لگے۔

سب بچوں کو گیٹ تک لے جا کر چوکیدار کو نگرانی پہ کھڑا کیا اور واپس پلٹ آیا۔ اسٹاف روم سے اپنی کتابیں اور بائیک کی چابی لیتے ہوئے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اسکول کے گیٹ سے باہر نکلا اور بائیک کو لائبریری جانے والی سڑک کی طرف موڑ دیا' اس نے کچھ ضروری نوٹس بنانے تھے۔

وہ اس شہر میں اپنی تعلیم مکمل کرنے آیا تھا' رہائش کا مسئلہ تھا جو آغاجی نے چٹکی بجاتے حل کیا اور اپنے ایک دوست کا پتہ اسے دیا کہ اس کے گھر جانا' وہ تمہاری مدد کرے گا۔ انہوں نے اسفند کا خیر مقدم کیا اور اپنے گھر کے ساتھ والا ایک کمرے کا مکان اسے عنایت کر دیا۔

مڈل کلاس لوگ تھے اور اس کا خیال رکھنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ یہ اور بات کہ وہ اپنی اتنی بڑی حویلی کے مقابلے میں یہاں ایڈجسٹ ہونے میں مشکل محسوس کر رہا تھا۔ اور اب آغاجی نے ایک نیا آرڈر دیا تھا کہ وہ اپنا جیب خرچ خود اٹھائے تاکہ اس میں احساس ذمہ داری پیدا ہو۔ اس نے واویلا بہت کیا لیکن حکم ماننا پڑا' وہ ابھی بھی اسے بھاری رقوم بھیجتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آرڈر بھی اپنی جگہ قائم تھا۔

اس "جیب خرچ" سے صرف اس کی دو شرٹس اور دو جوڑے موزے آجاتے۔ آغاجی اس پر بھی خوش تھے' وہ مکان کے سامنے پہنچ کر بائیک سے اترا اور تالا کھولنے لگا تب ہی اس نے زاویار کو گلی کے کچے کچے راستوں پہ مینڈک کی طرح اچھلتے اور پھلانگتے دیکھا اور مسکرا اٹھا۔ زاویار اس کی مسکراہٹ پر جل کر ہی رہ گیا۔

وہ دروازہ کھول کر اندر آیا تو زاویار بھی اس کے پیچھے تھا۔

"یار! تو نے بھی اسی محلے میں گھسنا تھا۔ بندہ انسان کی صورت میں آتا ہے تو کیچڑ کا بھوت بن کر جاتا ہے۔" وہ غصے میں نلکے تک گیا اور کیچڑ میں لت پت پاؤں دھونے لگا۔

"میں خود نہیں گھسا بلکہ گھسایا گیا ہوں۔ شہر میں کئی ہوسٹل تھے لیکن میرے آغاجی" اسفند نے گہری سانس بھری۔

وہ برآمدے میں پڑی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا جبکہ اسفند چائے بنا کر لے آیا۔

"ویسے یہاں آنے کا تجھے ایک فائدہ تو ہوا ہے۔" زاویار نے چائے کی چسکی لی۔

"وہ کیا؟" اسفند نے دوبارہ کچن کی طرف جاتے ہوئے مڑ کر پوچھا۔

"تو نہایت سگھڑ ہو گیا ہے۔" اس نے آنکھ دبا کر شرارت سے کہا اسفند اسے گھور کر رہ گیا۔

"کل ہی میرا بھانجا کہہ رہا تھا کہ اسفند انکل سے کہیں کہ وہ شادی کر لیں۔" وہ دوبارہ واپس آیا تو زاویار نے نیا موضوع اٹھایا۔

"تمہارے بھانجے نے کیا میرے لیے کوئی لڑکی دیکھی ہے؟" اس نے آگے ہوتے ہوئے اشتیاق سے پوچھا۔

"میرا بھانجا صرف میرے لیے لڑکی ڈھونڈے گا۔ تم یہ کام خود کرو بلکہ اپنی خانم کو یا آغاجی کو بھی اس کام پہ لگا سکتے ہو۔"

"مجھے ان سے یہ سب کہتے شرم آئے گی۔" اسفند نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو کیا میں انہیں پیغام بھجواؤں کہ آپ کا لاڈلا جوان بلکہ جوان جہان ہو گیا ہے' اس کی دلہن تلاش کریں ورنہ ہمیں موقع دیں تاکہ ہم ادھر سے ہی کوئی مرغی پھانس لیں۔" اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"تجھے اس سے کیا فائدہ ہو گا جبکہ اس کام سے میرا بھی کوئی فائدہ نکلنے والا نہیں۔" اس نے کہا تو زاویار سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیوں' کیوں تیرا فائدہ نہیں۔ دیکھ ناں تیرے اس ڈربے میں کوئی رونق ہوگی۔ تیری ننھی منی کرکٹ ٹیم ہوگی اور۔ اور۔" ابھی وہ کچھ اور بھی کہتا اسفند نے اسے ہاتھ اٹھا کر چپ کروا دیا اور بولا۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے 5 خوبصورت ناول

زندگی اک روشنی	رخسانہ نگار عدنان	500/-
تیرے نام کی شہرت	شازیہ چوہدری	180/-
آئینوں کا شہر	فائزہ افتخار	400/-
مین سے عورت	غزالہ عزیز	150/-
دل اُسے ڈھونڈ لایا	آسیہ رزاقی	300/-

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 2216361

"دھیرج مہاراج دھیرج۔ نان اسٹاپ شروع ہوجاتے ہیں آپ۔ پہلی بات یہ کہ وہ یہاں نہیں رہے گی کہ آغاجی اور خانم اپنی اکلوتی بہو کو خود سے دور کبھی نہ کریں گے چاہے بیٹا جتنا مرضی دور ہو جائے اور آخری بات۔" اس نے لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پہ ہاتھ رکھے "تم نے ڈربا کسے کہا ہے؟"

"تیرے اس دو گز کے بنگلے کو.... اچھا چھوڑ ساری باتوں کو تمہارے محلے میں کوئی زہرہ جبین نہیں رہتی۔"

"یہ کون ہے؟" وہ جی بھر کے حیران ہوا۔

"میرا مطلب تھا کہ کوئی حسینہ 420۔"

"مجھے کیا پتا ان اوٹ پٹانگ ناموں والی لڑکیاں میرے محلے میں ہیں؟ لیکن تو کیوں پوچھ رہا ہے؟"

اسفند متجسس ہوا تو وہ شرافت سے بولا۔

"تیرے لیے' دیکھ ناں تو اتنا ہینڈ سم' گورا چٹا' خوبصورت' یہ گھنیرے بال' ہرنی جیسی چال' سانپ جیسی کھال' گرگٹ جیسی۔" وہ پٹڑی سے اترنے لگا تھا اسفند نے اسے گدی سے پکڑلیا۔

"یہ میری تعریف کرتے کرتے بیچ میں اپنی صفات گنوانی شروع کردیں۔"

"تو سن تو سہی۔ تو اس کے ساتھ آنکھوں کے پیچ لڑا پھر۔ آغاجی کو بتائے بغیر ہم تیری دھوم دھڑکا دھوم کروادیں گے۔"

"شکل اچھی نہ ہو تو بات تو بندہ اچھی کرے۔" اسفند نے تاسف سے سہلایا اور زاویار کے سامنے کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"ایک اور مشورہ بھی ہے میرے پاس۔" زاویار کچھ دیر بعد بولا۔

"وہ کیا؟" اسفند نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم یہ بچہ گیری چھوڑ کر کسی گرلز کالج میں ٹیچر لگ جاؤ ایک سے ایک زبردست ماڈل۔" زاویار نے کہا تو اسفند بولا۔

"تاکہ آغاجی اور خانم میری کھوپڑی پلپلی کردیں۔" اور اس کی بات سن کر زاویار ہنس پڑا۔

☼ ☼ ☼

پھر کچھ دن بعد اسکول کے پرنسپل صاحب نے اسے بتایا کہ وہ اسے ایک گرلز کالج میں بحیثیت لیب اسسٹنٹ بھیجنا چاہتے ہیں۔ جو ضرورت پڑنے پر لیکچر بھی دے سکتا ہو۔ اسکول کے مقابلے میں تنخواہ تھوڑی زیادہ تھی۔

وہ دلی طور پر رضامند تو نہ تھا لیکن پرنسپل صاحب کو انکار کرنا اسے اچھا نہ لگا اور اگلے ہی دن وہ اس گرلز کالج کے پرنسپل آفس میں بیٹھا تھا۔

آفس کچھ زیادہ شاندار نہیں" یہ اس کا ذاتی خیال تھا۔ پرنسپل انتہائی باتونی خاتون تھیں۔ اور بات بے بات اپنی ذہانت کا حوالہ ضرور دیتی تھیں لگ بھگ ساٹھ سال کی تھیں لیکن کچھ کم ہی لگتی تھیں۔

"آپ راحت کاظمی کو تو جانتے ہوں گے۔ میرے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے بلکہ اور بھی بہت سے لوگ تھے"

"کون راحت کاظمی؟" اس نے پوچھا تو میڈم نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہو۔

"وہی جو ڈراموں میں آتے ہیں۔ دھوپ کنارے' بڑا مشہور ڈرامہ تھا ان کا۔" وہ ایسے فخر سے بولیں جیسے 'دھوپ کنارے' کی ہیروئن وہ خود تھیں۔

"جی میں ڈرامے نہیں دیکھتا۔" اس نے سعادت مندی سے جواب دیا جس پر پرنسپل صاحبہ اچھی خاصی بدمزہ ہوئیں۔

"میں کہہ رہی تھی کہ کیا زبردست پرسنیلٹی تھی' پر کیا کریں گدھی پہ دل آئے تو پری بھی کیا چیز ہے۔" اس نے میڈم کو دیکھا جو نہایت افسوس سے سر ہلا رہی تھیں ان کا سانولا رنگ کچھ اور تمتما گیا تھا۔

"یہ آپ نے گدھی اور پری کسے کہا ہے؟" بمشکل ہنسی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم تو ڈرامے نہیں دیکھتے پھر میں تمہیں کیا بتاؤں۔" میڈم نے نخوت سے سر جھٹکا وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"بتادیں۔ میں زاویار سے پوچھ لوں گا' وہ ڈرامے دیکھتا ہے بلکہ انتہائی بے ہودہ انسان ہے۔ موویز وغیرہ سے بھی شغل فرمالیتا ہے" اس نے قناعت سے کہا میڈم نے اسے سر سے پیر تک گھورا اور پھر اچانک انہیں جیسے یاد آگیا کہ وہ کس لیے آیا ہے۔

"ہاں تو میں آپ کو پہلے بتادوں کہ نو افیئر' نو لو اور یہ ایک پرائیویٹ کالج ہے۔ آپ تو اچھے خاصے بلکہ کچھ زیادہ ہینڈ سم ہیں۔" میڈم متاثر نظر آئیں۔ "یہ جو ٹوکرا سجا رکھا ہے ناں سر پہ بالوں کا' اسے کم کروائیں۔" انہوں نے انگلی سے اس کے اسٹائلش بالوں کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ فکر ہی نہ کریں۔ میں کل ٹنڈ کروا آؤں گا" اس نے نظریں جھکا کر پست آواز میں کہا تو میڈم بولیں۔

"ویسے آپ کا رنگ اتنا گورا کیسے ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ اتنا سرخ و سفید مرد بھی ہو سکتا ہے" اس نے دل ہی دل میں میڈم کی عقل پہ ماتم کیا۔

"اگر آپ کہیں تو میں کل سے چیری بلاسم ٹرائی کروں۔" اس نے نہایت سنجیدگی سے پوچھا۔ تو میڈم بے اختیار تیکھی چتون لیے پیچھے ہوئیں۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا میں کہہ رہی تھی کہ آپ کی رنگت۔" اس نے میڈم کی بات کاٹی اور بولا۔

"مداخلت کی معافی چاہتا ہوں میڈم! لیکن آپ کے شاید علم میں نہیں کہ پاکستان کے چار صوبے ہیں جن میں سے ایک صوبہ سرحد ہے۔ وہاں کئی چھوٹے بڑے شہر' گاؤں' قصبے اور بہت کچھ ہے۔ ادھر اپنے والوں میں سے نناوے فیصد لوگ جس نسل سے تعلق رکھتے ہیں اسے 'پٹھان' کہتے ہیں۔ وہ گورے چٹے بھی ہوتے ہیں اور سرخ و سفید بھی۔" بات کے اختتام پہ اس نے کرسی کی پشت سے کمر ٹکائی اور ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔

"اچھا' آپ پٹھان ہیں۔" میڈم نے "اچھا پر" اچھا خاصا زور دیا۔

"جی' دیر آید' درست آید"

"یہ آپ نے مجھے کچھ کہا ور کیا پشتو بولی ہے؟" وہ مشکوک ہو گئیں۔

"ویسے میڈم! آپس کی بات ہے۔ آپ کو اس سیٹ پر بیٹھنے کا شرف کس نے بخشا' میرا مطلب ہے کہ آپ کی کوالیفکیشن کتنی ہے؟" میڈم کے منہ کے بگڑتے زاویوں کو محسوس کرکے اس نے فوراً بات بدلی۔

"میں نے انگلش میں ماسٹرز کیا ہے اور بحیثیت پرنسپل بیس سال ایک گورنمنٹ اسکول میں جاب بھی کی ہے۔" انہوں نے گردن اکڑائی تو اس نے بے اختیار طویل سانس خارج کیا۔

"ہاں یاد آیا پٹھان تو میرے نانا بھی تھے لیکن ان کے بعد کوئی پٹھان ہماری فیملی میں پیدا نہ ہو سکا۔" انہوں نے افسردگی سے کہا جبکہ اسفندیار کا منہ باقاعدہ رونے والا بن گیا۔ جب ہی وہ بولیں۔

"اب یہ بات پرانی ہو گئی ہے' اس لیے اپنا منہ سیدھا کریں۔ اور آئیں میں آپ کو کلاس اور لیب کا وزٹ کروالاؤں۔"

"جی چلیں' میں بھی یہ ہی کہنے والا تھا۔"

وہ میڈم کے پیچھے آفس سے نکلا میڈم ایکدم رک گئیں اور مڑ کر بولیں۔

"ویسے تمہارا قد بہت لمبا ہے۔ چھ فٹ سے کچھ نکلتا ہی ہوگا اور کندھے بھی بہت چوڑے ہیں۔"

"میں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح میرا قد زیادہ نہیں تو دو تین فٹ ہی کم ہو جائے پر نہ جی' مجال ہے جو چھوٹا ہوا ہو اور جہاں تک چوڑے شانوں کی بات ہے تو یہاں بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔" نہایت ضبط سے جواب دیتا وہ ان کے پیچھے چلنے لگا۔

دل تو کر رہا تھا کہ یہاں سے ایسے بھاگے کہ دوبارہ نظر نہ آئے لیکن مجبوری یہ تھی کہ جنہوں نے بھیجا تھا ان کا مان ٹوٹتا۔

سو وہ دل ہی دل میں تہیہ کر رہا تھا کہ میڈم سے کم از کم سامنا کرنا ہے' بچ بچا کر رہنا ہے ورنہ یہاں سے نکلنے کے بعد۔ اسفند نہ رہے گا جس کے چوڑے شانوں' اونچے لمبے قد اور کسرتی جسم کی دھوم پورے خاندان بلکہ خاندان سے باہر بھی دور دور تک مچی ہوئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"لگتا ہے عقل شریف میں میری بات پڑ گئی ہے۔ ویسے تو تو بڑا کہہ رہا تھا کہ آغاجی اور خانم تیری کھوپڑی پلپلی کردیں گے اب انہوں نے کچھ نہیں کہا۔" زاویار نے اسے گھاس پہ بیٹھے کتابوں سے مغز ماری کرتے دیکھا تو اس کے پاس آ بیٹھا۔ ان دونوں کی کلاسیں سیکنڈ شفٹ میں ہوتی تھیں۔

"میں نے ابھی تک انہیں نہیں بتایا کہ میں نے گرلز کالج جوائن کرلیا ہے"

"بتادے ناں جلدی سے تاکہ وہ تیرے ڈھول تاشے بجوائیں۔" اس نے کتابیں سائیڈ پہ کرتے ہوئے کہا۔

"بھلا گرلز کالج جوائن کرنے پہ وہ میرے ڈھول تاشے کیوں بجوائیں گے" آنکھیں نکال کر پوچھا تو جواب آیا۔

"اب جبکہ تو جہاں پہنچ چکا ہے تو سمجھ کہ تیرا افیئر شروع ہونے والا ہے ایک حور پری تیری نظروں کو بھائے

گی۔ لمبی چوڑی فلمی کہانی شروع ہوگی۔ اس لیے پہلے ہی اپنے والدین کو خبردار کردے تاکہ وہ عین وقت پہ گنڈاسا پکڑ کر یہ نہ بولیں۔

"اوے ایہہ ویاہ نئیں ہو سکدا اوئے۔" اس نے باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر وضاحت کی۔

"یار! تجھے ہمیشہ الٹی سوجھتی ہیں۔ بجائے میری شادی کی فکر میں ہلکان ہونے کے 'اپنی شادی کروالو۔ ایک لڑکی ہے میری نظر میں بالکل تمہارے ذوق کے عین مطابق۔" اسفند بولا۔

"لڑکیوں کو نظروں میں رکھتا ہے اور جب میں بات کرتا ہوں تو جھٹ شریف بن جاتا ہے۔" زاویار تیز لہجے میں بولا۔

"میں نے جب جب اس لڑکی کو دیکھا مجھے تمہارا خیال آیا اتنی سوٹ ایبل ہے وہ تمہارے لیے۔" اس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے اس نے کہا تو زاویار نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اور بولا۔

"تونے کہاں دیکھا اسے؟"

"روز ملاقات ہوتی ہے جب میں جاگنگ کرنے جاتا ہوں۔"

"تو کیا وہ بھی صبح صبح جاگنگ کرنے آتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر تو وہ بڑی اسمارٹ ہوگی۔" زاویار نے کہا تو اسفند کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اسمارٹ تو وہ واقعی بہت ہے۔ کام جو اتنا کرتی ہے۔ جاگنگ کی اسے ضرورت ہی نہیں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھنے لگا تو زاویار سنجیدگی سے بولا۔

"کون ہے وہ؟ کیا نام ہے اس کا؟"

"ہماری گلی والی جمعدارنی اور نام 'چاندنی' ہے۔" تیز تیز کہتے ہوئے اس نے دوڑ لگادی جبکہ زاویار اس کے پیچھے بھاگا تھا تاکہ اس کی گردن پکڑ سکے۔

☆ ☆ ☆

"نوریہ! تمہاری تیاری تو مکمل ہے ناں' یہ نہ ہو کہ عین وقت پہ تمہیں یاد آئے کہ فلاں چیز تو رہ ہی گئی۔" امی جو کہ ابھی شاپنگ کرکے لوٹی تھیں نوریہ سے پوچھنے لگیں۔

"جی امی! سب چیزیں آگئی ہیں" اس نے تمام چیزیں یاد کرتے ہوئے جواب دیا۔

وہ آج کل حوریہ کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ تقریباً" ساری تیاری مکمل ہوچکی تھی اور شادی نزدیک تھی۔ حوریہ کا نکاح دو سال قبل اس کے تایا زاد عادل سے ہوا تھا جو نکاح کے بعد امریکہ چلا گیا تھا۔

یہ نکاح دونوں کی رضامندی سے ہوا تھا' اب صرف دس دن بعد شادی تھی۔ فرید صاحب اور اسماء بیگم کے پانچ بچے تھے۔ سب سے بڑی حوریہ جو کہ بی اے کرچکی تھی اور بی اے کے فوراً" بعد یہ شادی طے کردی گئی تھی۔

اس سے چھوٹی نوریہ جو "فسٹ ایئر میں تھی۔ نہایت نٹ کھٹ اور شریر تھی اور پھر اس کے بعد سعد اور حماد تھے' دونوں جڑواں تھے اور میٹرک کررہے تھے پھر سب سے چھوٹا فواد جو کہ آٹھویں جماعت میں تھا۔

"حوریہ! ادھر آؤ اور یہ چیزیں دیکھ لو۔" انہوں نے حوریہ کو بلایا جو کچن میں مصروف تھی۔ وہ ادھر آئی تو اسماء نے نوریہ کو دیکھا۔

"ویسے شرم تو تم میں نام کو نہیں' اس کی دس دن بعد شادی ہے اور اسے کچن میں گھسایا ہوا ہے۔ تمہارے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے ہیں۔" وہ جلال میں آگئی تھیں تب ہی حوریہ مسکرائی اور نوریہ نے برا سا منہ بنالیا۔

"امی جی! شادی آپ کی ہے اور آپ چاہتی ہیں میں شرمانا شروع کردوں۔" وہ بھی ایک نمبر کی ڈھیٹ تھی۔

"مجال ہے جو اس لڑکی کی سمجھ عقل میں کوئی بات درست طریقے سے سمائے۔ میں کہتی ہوں اٹھ یہاں سے اور کچن میں جاکر دیکھ۔" انہوں نے جھک کر اپنا جوتا ڈھونڈنے کی کوشش کی تو وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"جارہی ہوں' یہ تو آپ نے وضاحت کی ہی نہیں کہ کسے دیکھوں کچن میں جاکر۔"

"چکن کو جو پک رہا ہے۔" حوریہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"حوریہ! کل تمہاری تائی آئی تھیں۔ نجانے کیوں مجھے کچھ پریشان سی لگیں۔ بات کوئی کرو وہ جواب کوئی اور دے رہی تھیں۔" انہوں نے کہا تو حوریہ نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

"نہیں امی! مجھے تو ایسا کچھ نہیں لگا۔" اس نے کہا تو اسماء بولیں۔

"پتہ ہے جب میں نے کہا کہ عادل کب آئے گا تو انہوں نے کیا کہا؟" حوریہ نے استفہامیہ نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"ہم نے تو دعوت نامے بھی بانٹ دیے ہیں لیکن عادل کا پتا نہیں، پھر فوراً" چونکیں اور کہنے لگیں میرے خیال میں بھابھی وہ مہندی سے ایک دن پہلے آئے گا۔"

"آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔" حوریہ اٹھ کر ان کے پاس تخت پہ آبیٹھی۔

"پریشان نہیں لیکن عادل کی طرف سے دل میں کچھ کھٹک سی ہے۔ دو سال ہونے کو آئے لیکن اس نے کبھی ہمیں فون نہیں کیا۔ مردذات کا کیا بھروسہ۔" انہوں نے کہا تو حوریہ نے دہل کر ماں کو دیکھا۔

"امی جی! کیسی باتیں کر رہی ہیں۔" اسے لگا جیسے دل کو کسی نے مٹھی میں لیا ہو۔

"تم پریشان نہ ہو میں تو بس یونہی کہہ رہی تھی۔" انہوں نے اسے جیسے تسلی دی۔

ماں بیٹی کے درمیان دوستی بہت تھی۔ اسماء دل کی کوئی بات بھی حوریہ سے چھپا نہ سکتی تھیں اور حوریہ بھی ہر بات ماں سے شیئر کر کے مطمئن ہو جایا کرتی تھی۔

اور پھر یہ دس دن بھی پلک جھپکتے گزر گئے اور حوریہ کو مایوں بٹھایا گیا جب وہ سہیلیوں کے گھیرے میں پیلا جوڑا پہنے اور ڈھیروں ڈھیر پھولوں کے گجرے کلائیوں اور بالوں میں سجائے بیٹھی تھی نوریہ اندر آئی اس کے ہاتھ میں موبائل تھا۔

"آپی پلیز! ذرا میری بات سنیں۔" وہ اسے لیے دوسرے کمرے میں آ گئی۔ اور اسے موبائل پکڑایا۔

"عادل بھائی آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" استفہامیہ نظروں کے جواب میں اس نے کہا تو حوریہ کا دل دھڑک اٹھا۔ رخسار جل اٹھے تھے۔ اس کا پیارا سا روپ دیکھ کر مسکراتے ہوئے نوریہ باہر چلی گئی۔ تو اس نے موبائل کان سے لگا لیا۔

"ہیلو!" وہ بہت دھیمی آواز میں بولی تو دوسری طرف سے کافی دیر بعد آواز آئی۔

"ہیلو حوریہ! میں عادل بول رہا ہوں۔" وہ چپ رہی۔

"تم سن رہی ہو ناں" وہ کافی عجلت میں لگ رہا تھا۔

"ہاں سن رہی ہوں۔"

"حوریہ! میں نہیں آسکتا یارا۔" وہ بولا تو حوریہ دھیرے سے ہنسی۔

"کہاں نہیں آسکتے؟"

"پاکستان" اس نے جیسے کوئی بم پھوڑا تھا حوریہ نے موبائل کان سے ہٹایا اور اسے دیکھا پھر کان سے لگا لیا۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں، میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔" وہ رک رک کر بولی۔

"حوریہ! میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ میں یہ بات اپنے والدین کو سمجھا سمجھا کر تھک گیا ہوں لیکن ان پر اثر ہی نہیں۔ پلیز تم میری مدد کرو۔" وہ ملتجیانہ انداز میں بولا تو حوریہ کو لگا جیسے زمین آسمان اپنی جگہ چھوڑ رہے ہیں۔ اس نے گھومتے ہوئے سر کو تھام لیا اور بولی۔

"آپ اپنی بات کی وضاحت کریں گے آپ کی مکمل رضامندی سے ہمارا نکاح ہوا تھا۔ اب کیا تکلیف ہے؟" وہ سنبھل چکی تھی۔

"حوریہ! وہ ایک حماقت تھی میری۔"

"آپ کو اب خیال آیا کہ وہ آپ کی حماقت تھی اور مجھ سے یہ امید لگالی کہ میں آپ کی مدد کروں گی۔" اس کی بات کاٹ کر وہ کھولتے ہوئے بولی۔

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، میں نے بہت سوچا لیکن میرا تمہارا کوئی جوڑ نہیں۔ تم ایک دبو مشرقی لڑکی اور میں ایک آزاد خیال بندہ اور پھر میں نے یہاں ایک امریکن لڑکی سے شادی کر لی ہے۔"

"یہ بات آپ پہلے بھی جانتے تھے کہ میں ایک دبو، مشرقی لڑکی ہوں پھر بھی مجھے پسند کیا اور نکاح کا ڈھونگ رچالیا اور وہاں کسی گوری کی زلفوں کے اسیر ہو گئے تو اب یاد آ رہا ہے۔ عادل سعید صاحب! آپ نے مجھے کھلونا سمجھ رکھا تھا۔ آپ کو اپنی عزت کا کوئی خیال نہیں ہے، اپنے ماں باپ کی عزت کا ہی خیال رکھا ہوتا۔" غصے کی شدت سے وہ نجانے کیا کیا بولے گئی۔

"تمہیں تو میرا شکر گزار ہونا چاہیے کہ میں تمہیں بروقت بتا رہا ہوں کیا یہ ٹھیک ہوتا کہ میں تم سے شادی کر لیتا اور ساری زندگی تم انتظار کی آگ میں جلتی رہتیں" وہ بہت بے رحم ہو رہا تھا۔

حوریہ رونے لگی تھی۔

"ہاں، آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے ساری زندگی کے انتظار سے بچالیا اور مجھے، میرے ماں باپ کو ساری زندگی کے لیے ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بتا دیا بروقت جبکہ میں شگون کا جوڑا پہنے بیٹھی ہوں۔ کتنے ٹائم پہ آپ کو یاد آیا ناں کہ آپ نے مجھے انتظار کی آگ سے بچانا ہے۔ میں

کس کس بات کا شکریہ ادا کروں۔"

دل جیسے پانی بن کر بہنے لگا تھا اور وہ اس پانی میں ڈوبنے لگی تھی۔

"تم چچا جان کو سمجھاؤ۔ کہ اس شادی کے نقصانات کتنے ہیں۔"

"یہ کام آپ خود کریں کیونکہ آپ کے کسی قول کا اعتبار نہیں۔ ہاں ایک دفعہ پھر آپ کا بہت شکریہ عادل صاحب کہ آپ نے مجھ پہ اتنا بڑا احسان کیا۔" اس نے موبائل آف کیا اور وہیں بیٹھ کر رونے لگی۔

دوبارہ موبائل کی بپ بج اٹھی۔ اس نے نمبر دیکھا اور پھر اسے آن کیا۔ دوسری طرف عادل تھا۔

"دیکھو میں تمہیں جلد ہی طلاق کے کاغذات پہنچادوں گا۔ تم بہت اچھی ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری زندگی برباد ہو۔" وہ نجانے اور کیا کہہ رہا تھا۔

اسے بڑے زور کا چکر آیا اور پھر وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ کلاس میں داخل ہوا تو ساری کلاس جیسے کسی ٹرانس میں آ گئی۔ پھر کچھ لڑکیوں کو یاد آیا اور وہ اٹھ کھڑی ہوئیں ان کی تقلید میں باقیوں نے بھی زحمت کی، البتہ سکتے والی کیفیت ابھی تک قائم تھی۔

"السلام علیکم۔" اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔

"واؤ آواز تو پرسنالٹی سے بھی زبردست ہے۔" نجانے کس کو ہوش آیا تھا۔

وہ پہلے ہی کنفیوز ہو رہا تھا۔ مزید ٹانگیں کانپنے لگیں۔ اس سے پہلے اتنی لڑکیوں کے سامنے اسطرح شو پیس بن کر کھڑے ہونے کا اتفاق بھی تو نہ ہوا تھا۔

اس نے ایک دفعہ پھر گلا صاف کیا تو ساری کلاس ہنس پڑی۔

"بڑی ہی بدتمیز لڑکیاں ہیں۔ آغا جی مجھے اتنی کڑیوں کے بیچ یوں بے جھجک کھڑے دیکھ لیں تو اپنی خاندانی بندوق کو جس سے جوانی میں شکار کیا کرتے تھے، بڑھاپے میں اسی سے میرا شکار کر لیں۔" اس نے جھرجھری لی۔

"سٹ ڈاؤن کلاس۔" اسے اچانک یاد آیا کہ انہیں بیٹھنے کی اجازت بھی دینی ہے۔

"میرا نام ہے اسفند یار! کل میڈم نے میرا تعارف کروایا تھا۔ آپ سب ہی اس کلاس کی ہیں۔" نہ جانے کیا بول رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آ رہا تھا جب ہی ایک کونے سے آواز ابھری۔

"نہیں سر جی! ادھر ادھر سے اکٹھے ہوئے ہیں۔" لیکن اس کا دماغ تو جیسے خلاؤں میں معلق ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے آگے بڑے بڑے پنکھے چل رہے تھے۔ جن کے شور سے کان بند تھے تو ہواؤں نے آنکھوں میں اندھیرا کر رکھا تھا۔ بارہا اس نے آنکھیں میچ کر خود کو اس دردناک کیفیت سے باہر نکالنے کی کوشش کی۔

"میں آپ لوگوں کو پریکٹیکل کروایا کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔" دوسرے کونے سے آواز آئی پر وہ سن کب رہا تھا۔

"سر جی! آپ کو پانی پلائیں۔" اچانک پر اکر اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے اثبات میں سرہلانے پر وہ ہنستی ہوئی باہر نکل گئی۔

"ویسے یہ کون سی کلاس ہے۔" اسے یاد آنے لگا تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔

"سر جی کمپیوٹر کلاس" کورس میں جواب آیا۔

"میرا مطلب ہے کون سا ایر ہے۔" اس نے رعب دار لہجے میں کہا جس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔

"سر! فرسٹ ایر" ایک لڑکی نے کھڑے ہو کر نہایت سنجیدگی سے کہا۔

اچانک اس کے سامنے پانی سے بھرا گلاس آ گیا جسے اس نے تھام لیا اور کرسی پہ بیٹھ کر گھونٹ گھونٹ پانی حلق سے اتارنے لگا۔

"ایسے لگتا ہے سر جی صدیوں سے پیاسے ہیں بے چارے۔" دبی دبی سرگوشیاں تھیں۔

"نہیں اوئے پانی کو شربت سمجھ کر پینا شروع کر دیا ہے، دیکھو تو"

"ویسے کیا female ٹیچرز ختم ہو گئی تھیں جو انہیں زحمت دی گئی۔ عالمی مقابلہ حسن میں شرکت کی۔" ماہ جبین نے ناک چڑھائی۔

"ویسے ماننے والی بات ہے کہ مجموعی طور پر سر بہت ہینڈسم ہیں۔" سدا کی حسن پرست ندا بولی۔ تو سب نے اسے دیکھا جس پر اس نے کندھے اچکائے۔ اور ہنس پڑی۔

"یہ میری اسٹوڈنٹس ہیں۔ مجھے کھا تو نہیں جائیں گی میں آخر ان کا ٹیچر ہوں۔" اس نے دل کو جیسے تسلی دی

اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کی کمپیوٹر ٹیچر کہاں ہیں۔" وہ پراعتماد ہو رہا تھا۔

"سر! وہ آج کل چھٹی پر ہیں۔ ان کی جگہ لیکچر بھی آپ کو دینا پڑے گا۔" نوریہ جو کہ پراکٹر بھی تھی' کھڑی ہو کر سنجیدگی سے بتانے لگی۔

"دوسری پراکٹر کون سی ہیں۔" اس نے پوچھا تو زہرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"گڈ' بیٹھیے۔" اس نے کہا تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتی' مسکراتی بیٹھ گئیں۔

وہ روسٹرم کے پیچھے آکھڑا ہوا اور کلاس کا تفصیلی جائزہ لیا۔

پھر ان سے کچھ ابتدائی سوالات پوچھنے لگا۔ اب اس کی خود اعتمادی عود کر آئی پھر اگلے دن بھی اس نے ان کی کلاس لی۔ پھر اسے پتہ چلا کہ کلاس کی کمپیوٹر ٹیچر چھوڑ کر چلی گئی ہیں تو وہ لیب اور لیکچر دونوں کو دیکھنے لگا۔

اسے آئے تقریباً" پندرہ دن ہوئے تھے اور وہ بہت زور و شور سے لیکچر دینے میں مصروف تھا۔ بورڈ پہ ہاتھ تیزی سے حرکت میں تھا۔ وہ کلاس کو primters کے بارے میں بتا رہا تھا تب ہی ایک بہت دھیمی لیکن سریلی آواز کان میں پڑی۔

"سر! آئی کم ان۔"

اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور ساکت ہو گیا۔

بہت سرخ و سفید رنگت' نازک سراپا۔ چہرے پہ چھائی معصوم سی سنجیدگی۔ سر کو تھوڑا سا ٹیڑھا کیے وہ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہی تھی۔

سب لڑکیاں کبھی مڑ کر پیچھے دیکھتیں اور کبھی ساکت کھڑے اسفند کو دیکھتیں جو بالکل ہی گم صم کھڑا تھا۔ پھر کلاس میں دبی دبی سرگوشیوں اور ہنسی کی آواز آئی تو وہ جیسے چونک کر ہوش میں آگیا۔

"یس۔" کہتے ہوئے اس نے سر کے اشارے سے اسے اندر بلایا۔ وہ بڑے مگن انداز میں چلتی ہوئی آگے بڑھی اور ایک سائیڈ پہ پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔

"آپ وہاں سے اٹھیں اور یہاں آگے آکر بیٹھیں۔ اگلی چیئر خالی ہے۔" اس نے اس کرسی کی طرف اشارہ کیا جو اس کے بالکل سامنے تھی۔

وہ اٹھی اور اس کرسی پہ بیٹھ گئی۔ اب وہ تھوڑی نروس لگ رہی تھی۔ اس کے بھورے بال بہت ریشمی تھے۔ یہ نزدیک آنے پہ پتہ چلا اور اس کی آنکھیں بھی بھوری تھیں۔ اس نے بورڈ کی طرف دیکھا تو اسفند کو لگا وہ ان بھوری جھیلوں میں ڈوب جائے گا۔

"آپ کا آج پہلا دن ہے کالج میں؟"

"جی سر! میں ایبٹ آباد سے آئی ہوں مائیگریٹ ہو کر۔" بہت دھیما سا لہجہ سماعتوں کو بہت بھلا لگ رہا تھا۔

"نام کیا ہے آپ کا؟"

"ونیزہ۔" جواب آیا تو وہ بولا۔

"آپ پہلے کہاں تھیں؟" ساری کلاس میں ہلچل مچ گئی تو اسے اپنے الفاظ کی سنگینی کا احساس ہوا' فوراً" بولا۔

"کیا آپ نے پہلے پیریڈ نہیں لیے۔"

"سر! میں آرٹس سیکشن کی ہوں۔ ہماری صرف کمپیوٹر کلاس ساتھ ہوتی ہے۔ میں نے اپنی کلاس میں پہلے تین پیریڈ لیے ہیں۔" وہ گھبرا کر جلدی جلدی وضاحت کرنے لگی۔ تب ہی وہ لیکچر کی جانب متوجہ ہوا اور ساری کلاس میں یکدم خاموشی چھا گئی۔

☼ ☼ ☼

"یہ تم کہاں گم رہنے لگے ہو۔ یونیورسٹی میں بھی تم کھوئے کھوئے سے لگتے ہو اور گھر میں تم خیر سے ملتے ہی نہیں۔ خیریت۔"

وہ ابھی ابھی گھر لوٹا تھا اور تھوڑی ہی دیر بعد زاویار بھی آگیا تھا اور اب اس کے سر پہ کھڑا پوچھ رہا تھا وہ بیڈ پہ آڑا ترچھا لیٹا تھا اور ہاتھ بڑھا کر منہ پر تکیہ رکھ لیا تھا۔

دل کا کچھ عجیب سا حال ہو گیا تھا آج کل۔ وہ اپنی پل پل بدلتی کیفیت کو سمجھ نہ پا رہا تھا۔

"کیا بتاؤں کہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ میں خود کھوج میں ہوں۔" اس نے بھاری آواز میں کہا تو زاویار نے فوراً" اس کے منہ پر سے تکیہ ہٹایا۔

سرخ متورم آنکھیں جیسے رات بھر جاگتا رہا ہو۔ ماتھے پہ بکھرے بال اور بڑھی ہوئی شیو۔ زاویار کے دل کو کچھ ہوا۔

"یار! خیریت ہے نا تمہارے گھر میں سب۔" وہ بولا تو اسفند نے گہرا سانس بھرا۔

"سب طرف خیریت ہے۔ ایک میرے دل والی طرف خیریت کا سائن نہیں ملتا۔" اس نے دل پہ ہاتھ رکھ کر کہا تو زاویار اس کے پاس بیڈ پہ بیٹھ گیا اور بولا۔

"یہ تجھے عشق کا مرض تو نہیں لگ گیا کہیں۔ ناکام عاشقوں والا حلیہ بنا رکھا ہے۔" اس نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا تو وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

"شاید۔" اس نے کہا تو زاویار کو اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہوا پھر اسفند نے کہا۔

"یار! یہ محبت کیا ہوتی ہے' کیا چیز ہے۔ یہ دل کے آنگن دھیرے دھیرے چلتی ہوئی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔ ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی۔" وہ بے خودی کی کیفیت میں تھا' تب ہی زاویار نے سر ہلایا اور بولا۔

"اور جب خبر ہوتی ہے تو اس وقت تک ساری دنیا کو خبر ہو چکی ہوتی ہے اور دنیا پتھر لے کر تیرے جیسے مجنوں کے پیچھے ہوتی ہے۔ تب لیلیٰ گانا گاتی ہے۔

کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو' اب پتھر سے مارے تو کیا پھول برسائے دنیا دیوانے کی حماقتوں پر۔" اس کے نان اسٹاپ بولنے پہ اسفند نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لیے۔

"تو کبھی تو سیریس ہو جایا کر' تیرے یار کی زندگی کا سوال ہے۔" اسفند یار نے زچ ہو کر کہا تو زاویار نے انتہائی گنوار شکل بنالی اور سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

"اب ایسی شکل بنانے کو بھی نہیں کہا کہ پتہ چلے تو اپنے یار کے چالیسویں میں شرکت کے لیے آیا ہے۔" اسفند نے کہا تو زاویار جھنجلا گیا۔

"یار! تو کبھی خوش بھی ہوا ہے کسی بات پر۔ تو کہے تو میں ہی بدلوا لوں۔" وہ روٹھتے ہوئے بولا تو اسفی کو بے اختیار اپنے اس مخلص دوست پہ پیار آگیا۔

"یار! محبت کی نشانی کیا ہوتی ہے۔" اس نے انتہائی سنجیدگی سے دریافت کیا تو زاویار بولا۔

"اف! اسی دن کے لیے کہتا تھا میں کہ تو شاہ رخ کی موویز دیکھا کر۔ تجھے خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ تو اپنی جس اوٹ پٹانگ کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہا' وہ محبت ہے۔" اب کے وہ اکڑ کر بیٹھ گیا تو زاویار کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"یہ تو نے کیا محبوبانہ ادائیں سیکھ لی ہیں۔ اچھا اب میری اگلی پچھلی سات نسلوں کی توبہ جو تجھے تنگ کیا۔" اس نے کہتے ہوئے دونوں کانوں کو ہاتھ لگائے تو اسفند یار پلٹا اور اس کی شکل دیکھ کر ہنس دیا۔

"یار! کچھ دن پہلے کالج میں ایک لڑکی آئی ہے' نیو ایڈمیشن۔ اسے دیکھ کر مجھے لگا' میں اسے صدیوں سے جانتا ہوں۔" وہ گمبھیر آواز میں بولا تو زاویار نے اس کی بات کاٹی۔

"یہ صرف تیرا نہیں بلکہ عالمی مسئلہ ہے۔ جہاں کوئی خوبصورت لڑکی دیکھی' فوراً" پہلے صدیوں کی جان پہچان نکل آتی ہے۔"

"تو یہاں سے اٹھ اور شرافت سے دفعان ہو جا۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے باہر کی طرف اشارہ کیا تو وہ بولا۔

"تمہارے گھر میں ٹیپ ہے تو وہ میرے منہ پہ چپکا دو میں غلط بات برداشت نہیں کر سکتا۔"

"یار! وہ بہت حسین نہ تھی لیکن مجھے بہت' بہت اچھی لگی۔ میں کیا کروں۔" اس کا لہجہ ایسا تھا کہ زاویار کو سنجیدہ ہونا پڑا۔

"تو اپنے آغاجی کو بتا اور ہو سکے تو اس کے آغاجی کا بھی پتہ چلا کہ وہ تیرے آغاجی کے معیار پہ پورے بھی اترتے ہیں یا نہیں۔" اس نے کہا تو اسفند نے سر ہلایا۔

"اس کا باپ بینک منیجر ہے۔" اسفند دھیرے سے بولا۔

"بلے بھئی بلے' حضرت! مجھے تو لگتا ہے آج کل اسی اسائنمنٹ پہ کام ہو رہا ہے۔" آنکھ دبا کر وہ بولا تو اسفند نے اسے دیکھا اور کہا۔

"یہ بات نہیں۔ وہ اپنی ایک دوست کو بتا رہی تھی' اتفاقاً" میں نے بھی سن لیا۔"

"کیا پتہ اس نے شوماری ہو۔" زاویار نے کہا تو اسفند یار چڑ گیا۔

"کوئی اچھی بات تمہارے منہ سے نکل ہی نہیں سکتی۔"

"اچھا ایسا کرو تم اس کا اتا پتا معلوم کرو اور پھر اپنے والدین کو اس کے گھر رشتے کے لیے بھیجو۔ سیدھی اور صاف ستھری ڈیلنگ۔"

"ابھی تو اس کا ایف اے کا پہلا سال ہے۔ کم از کم ایف اے مکمل تو کر لے۔" اسفند نے کہا۔

"اس وقت کے آنے تک تو اسے دیکھ دیکھ کر آہیں بھرا کر۔" زاویار نے کہا تو اسفند ہنس پڑا۔

☼ ☼ ☼

اسے ہوش آیا تو وہ اسپتال میں تھی۔ نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا اور پورے پانچ دن بعد ہوش آیا تھا۔ آنکھیں

کھول کر اس نے ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی۔ اسماء قریب ہی بیچ پہ بیٹھی تھیں۔ اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر اس کے قریب آگئیں۔

"نجانے میں بچ کیوں گئی' مرجاتی۔ یہ سب تو بہت بڑی ذلت سے بچ جاتے۔" آنسو آنکھوں کے کونوں سے نکل کر تکیے میں جذب ہونے لگے تھے۔ اسماء بے قرار ہو کر اس پر جھکیں۔

"حوریہ! ادھر دیکھو میری طرف' کیسی ہو تم میری جان!" وہ بے قرار ہو گئیں۔ اس نے نظریں پھیریں اور ماں کی طرف دیکھا۔

"امی! میں کتنی دیر بے ہوش رہی۔" اس نے پوچھا تو انہوں نے کہا۔

"آج پانچ دن بعد تمہیں ہوش آیا ہے لیکن تم اپنے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو' کچھ بھی نہ سوچو۔ بس ریلیکس ہو جاؤ۔" اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے انہوں نے کہا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں' تب ہی فرید صاحب اندر داخل ہوئے۔

"اب کیسی طبیعت ہے حوریہ کی' ہوش آیا اسے۔" انہوں نے فکر مندی سے پوچھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ اس کے قریب آئے اور پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور بولے۔

"میری بیٹی تو بہت بہادر ہے' ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا نہیں کرتی۔"

"چھوٹی چھوٹی باتیں۔" اس نے کرب سے سوچا اور پلکیں موند لیں۔

پھر گھر آ کر بھی وہ گم صم رہتی۔ نہ کوئی بات کرتی اور نہ کسی بات کا جواب دیتی۔ ہر وقت کمرے میں لیٹی رہتی۔ کھانے پینے کا ہوش تھا نہ لباس کا پتہ تھا اور اسماء اپنی اتنی پیاری اور سلجھی ہوئی بیٹی کی یہ حالت دیکھ کر ہی کڑھتی تھیں۔ سب ہی اس کی دلجوئی کی کوشش کرتے لیکن لگتا تھا کہ وہ واپس زندگی کی طرف' خوشیوں کی طرف آنا ہی نہیں چاہتی۔

اس کی حالت دیکھ کر ایک دن اسماء رہ نہ سکیں تو اس کے کمرے میں گئیں۔ وہ لیٹی ہوئی تھی۔ ماں کو آتے دیکھ کر اٹھ بیٹھی اور الجھے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ اسماء کافی دیر تک بیٹی کو دیکھتی رہیں پھر بولیں۔

"حوریہ! کیا ایک انسان کے نہ ملنے سے زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ جب ہمارا کوئی بہت اپنا ہم سے جدا ہو جاتا ہے تو بے شک زندگی بہت بے کیف ہو جاتی ہے لیکن ختم پھر بھی نہیں ہوتی۔" حوریہ نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

"میں جانتی ہوں کہ عادل کو دل سے نکالنا تمہارے لیے آسان نہیں ہوگا لیکن بیٹا! کبھی یوں بھی تو ہوتا ہے ناکہ ہم شدت سے کسی چیز کی آرزو کرتے ہیں' دعائیں مانگتے ہیں' لیکن وہ ہمیں نہیں ملتی۔ تو ہم مایوس ہو جاتے ہیں' اپنے اللہ سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔" وہ سانس لینے کو رکیں۔

"بیٹا! ہم یہ نہیں سوچتے کہ ایک ماں اپنے بچے سے کتنی محبت کرتی ہے۔ وہ تو ہمیں ستر ماؤں سے زیادہ چاہتا ہے' وہ ہمارے ساتھ کبھی ایسا کر سکتا ہے کہ ہم اس سے بدگمان ہو جائیں۔" انہوں نے کہا تو وہ سر جھکا کر سسک پڑی۔

"امی! میرے ساتھ ہی کیوں' میں کیوں خالی ہاتھ رہ گئی۔"

"بیٹا! یہ ناشکری کی بات ہے۔ نجانے اس نے تمہیں کتنی بڑی مصیبت سے بچا لیا جس سے تم اور ہم انجان تھے۔ تم خود سوچو جو تمہیں اس مصیبت سے بچا رہا ہے اس نے تمہارے لیے بہترین' بہت اچھا منتخب کر رکھا ہے۔ بس وہ اپنے وقت پہ تمہیں ملے گا۔

تم دل کو اتنا وسیع تو کرو پھر دیکھو' یہ سارے غم بہت دور چلے جائیں گے۔"

حوریہ نے ان کے کندھے سے سر اٹھایا اور بولی۔

"مجھے اگر کسی بات کا ملال ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ عادل نے آپ سے' ابو سے کس بات کا بدلہ لیا۔ کیوں اتنا ذلیل کیا اس نے ہمیں۔" آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی۔

"تم صرف یہ سوچو کہ تمہاری جان بچالی گئی ہے اس انتظار اور کوفت کے عذاب سے۔ جو تم پہ مسلط ہونے جا رہا تھا اور یہ ذلت نہیں ہے۔ تمہیں شکر گزار ہونا چاہیے اپنے پروردگار کا کہ تم اپنے والدین کے گھر تھیں۔ تمہارے اوپر کوئی دھبا نہیں لگا تھا۔" وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر بولیں تو اس نے روتے روتے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

"امی! میں کوشش کروں گی کہ بہت مضبوط ہو جاؤں اور آپ کی طرح بہت اچھا اور مثبت سوچوں لیکن کچھ وقت لگے گا نا مجھے سنبھلنے میں لیکن میرا وعدہ ہے کہ میں آپ کو

سنبھل کر دکھاؤں گی۔" ایک نیا عزم لیے وہ بولی تو انہوں نے اثبات میں سرہلا دیا۔

☼ ☼ ☼

"سر! مجھے کچھ پچھلے آرٹیکلز سمجھنے تھے۔" وہ لیب میں بیٹھا کمپیوٹر پہ کام کر رہا تھا' جب ہی گلاس ڈور کھول کر ونیزہ اندر آئی۔

اس نے مڑ کر دیکھا اور دل نے ایک بیٹ مس کر دی۔

"آیئے۔" ہلکی سی مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کر لیا تھا۔ وہ آگے بڑھی اور اس کے سامنے پڑی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جسے اس نے بھی محسوس کر لیا تھا' جب ہی ایک دلفریب سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجالی۔

"سر! آپ پڑھ رہے ہیں۔" اس نے اپنے مخصوص اسٹائل میں پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ایم سی ایس کر رہا ہوں۔" پھر اس کے ہاتھ سے کتاب لی اور آرٹیکلز سمجھانے لگا۔

وہ بھی مطلوبہ آرٹیکلز سمجھ کر مسکراتی ہوئی اٹھی اور باہر جانے لگی۔ جب ہی اسے خیال آیا اور اس نے اسے پیچھے سے پکارا۔

"ایکسکیوزمی ونیزہ! آپ رہتی کہاں ہیں؟" اس نے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا تو وہ فوراً" پیچھے مڑی اور حیران ہو کر بولی۔

"سر! یہاں نزدیک ہی ہمارا گھر ہے۔ تقریباً" دس منٹ کی واک پر۔" اور اس کے اثبات میں ہلتے سر کو دیکھ کر مسکرائی اور باہر نکل گئی۔

اور پھر وہ کسی نہ کسی آرٹیکل کے سمجھنے کے لیے یا پریکٹیکل سمجھنے کے لیے اس کے آس پاس زیادہ نظر آنے لگی لیکن وہ سنبھل گیا تھا جب اسے گھر کی عزت بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا تو اپنے پیشے کو کیوں بدنام کرتا۔ وہ بس یہی چاہتا تھا کہ اس کا ایف اے مکمل ہو تو وہ باقاعدہ رشتہ بھجوائے۔ ویسے بھی وہ ان چھچھورے لڑکوں میں سے نہیں تھا جو محض وقت گزاری کرتے ہیں۔

اس دن اسفند نے کلاس کا لیکچر لینے کے بجائے انہیں لیب میں بلا لیا۔ ساری کلاس لیب میں پڑی کمپیوٹر چیئرز پر بیٹھ گئی اور کچھ کھڑی ہو گئیں تو اس نے انہیں ابتدائی پریکٹیکل کے بارے میں بریفنگ دی۔

ابھی وہ کلاس کو پریکٹیکل کے بارے میں بتا ہی رہا تھا جب میڈم گلاس ڈور کھول کر اندر داخل ہوئیں۔ ساری کلاس احتراماً" کھڑی ہو گئی اور ان کے اشارے پر بیٹھی۔ اب وہ اسفند کی طرف متوجہ ہوئیں جو انہیں دیکھ کر مضطرب ہو گیا تھا۔

انہوں نے بغور بورڈ کو دیکھا جس پر وہ جلدی جلدی میں لکھتا رہا تھا اور پھر اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوئیں اور وہ جبراً" مسکرا دیا۔ دل ہی دل میں جل تو جلال تو کا ورد کر رہا تھا۔

"یہ تم نے بال ڈائی کروائے ہیں۔" آخر الجھن کا سرا میڈم کے ہاتھ آ گیا تھا۔

اور اسے لگا' میڈم نے پوری کلاس کے سامنے اسے تھپڑ رسید کیا ہو جبکہ ساری کلاس میں دبی دبی ہنسی کی آواز پھیل گئی۔

"جی نہیں' یہ غلطی سے ایسے ہی ہیں۔" نہایت ضبط سے جواب دیتا وہ میڈم کے تھوڑا قریب کھڑا ہوا تو وہ بولیں۔

"لیکن پہلے دن جب تم آئے تو یہ کالے تھے جبکہ اب ان کا رنگ چاکلیٹی ہے۔" انہوں نے عینک کے پیچھے سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اس کا جائزہ لیا تو وہ بے اختیار سٹپٹایا۔

"اوہ تمہاری آنکھیں بھی نیلی ہیں۔" میڈم اس کے تفصیلی معائنے میں مصروف تھیں اور اس کی پیشانی پہ پسینے کے ننھے ننھے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ "کیا لینز لگوائے ہیں۔ ویسے کلر بہت اٹریکٹو ہے۔" ان کے چہرے میں تحسین بھرے تاثرات تھے۔

ساری کلاس دوپٹوں میں منہ چھپا کر ہنس رہی تھی جب ہی وہ بولا۔

"میڈم! میں ابھی کلاس کے اختتام پر آپ کے آفس میں حاضری دوں گا پھر مجھے غور سے دیکھ لیجیے گا۔" اس نے دھیمے سے کہا وہ سر ہلاتے ہوئے باہر جانے کو مڑیں پھر دروازے میں کھڑی ہو کر بولیں۔

"ویسے کون سے پارلر سے بال ڈائی کروائے ہیں۔" اب تو لڑکیاں ہنستی ہنستی ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگیں۔

میڈم تو یہ کہہ کر چلتی بنیں لیکن اب کلاس کو کنٹرول

کرنا اس کے بس سے باہر ہو رہا تھا۔

"سر جی! ویسے ہماری میڈم بہت اللہ لوک ہیں۔" سدا کی منہ پھٹ۔ زہرہ بولی تو اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ اب وہ بالکل سنجیدہ تھا۔

"سر جی! کیا آپ واقعی پارلر گئے تھے۔" مینا مشکوک تھی' جب ہی ساری کلاس ہنس پڑی اور اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔ سر جھٹک کر وہ دوبارہ پریکٹیکل کے بارے میں سمجھانے لگا۔

"سر جی! آپ کی شکل راحت کاظمی سے بھی نہیں ملتی لیکن پھر بھی میڈم جب جب آپ کو دیکھتی ہیں' آپ کے معائنہ میں مصروف ہو جاتی ہیں۔" نوریہ نے اس کے دل کی بات نہایت معصومانہ انداز میں کی جسے سن کر اس کے لبوں کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"آپ لوگوں سے بھی میڈم نے راحت کاظمی کی کہانی بیان کی ہے۔" اسے حیرت ہوئی تو نوریہ بولی۔

"کوئی ایک دفعہ سر! یہاں تو جب بھی کوئی لڑکی میڈم کو نظر آ گئی' سمجھو راحت کاظمی سے کہانی شروع ہوئی اور ساحرہ کاظمی پر اس کا اختتام ہوا۔"

"لیکن آپ لوگوں کو خیال کرنا چاہیے کہ وہ پرنسپل ہیں۔ لہٰذا بدتمیزی نہیں کرتے۔" اس نے جیسے کلاس کو سمجھانے کی کوشش کی۔ تب ہی پیریڈ کی بیل بج اٹھی اور لڑکیاں اٹھ کر باہر جانے لگیں۔

☼ ☼ ☼

حوریہ نے خود کو مصروف کرنے کے لیے مختلف مشغلوں میں الجھا لیا۔ کبھی وہ باغبانی کرتی نظر آتی تو کبھی رسالے پڑھتی اور جب پھر بھی ٹائم بچ جاتا تو کچن میں گھس جاتی۔

آہستہ آہستہ وہ زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔ مسکرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس ستم گر کو بھولنے کی کوشش کر رہی تھی جو اس کا نصیب ہی نہ تھا۔ اس کی نمازیں اور سجدے طویل ہو گئے تھے۔

اب بھی وہ نماز سے فارغ ہوئی تھی کہ نوریہ چائے کے کپ اٹھائے اندر داخل ہوئی اور اس کے دلکش چہرے پہ نظریں جما کر مسکرائی اور جواباً" اس نے بھی نوریہ کی طرف مسکراہٹ اچھالی۔

"تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے۔" حوریہ نے پوچھا تو وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"بہت مشکل ہے ایمان سے' میں تو میتھس اور اسٹیٹس میں بری طرح پھنسی ہوئی ہوں۔ اوپر سے کمپیوٹر نجانے کیوں ایجاد ہو گیا۔" وہ روہانسی ہوئی تو حوریہ ہنس پڑی۔

"زیادہ مشکل ہے۔" اس نے پوچھا تو نوریہ بولی۔

"میں نے تو ابو کی بات مانی تھی۔ حالانکہ میرا بالکل موڈ نہیں تھا ایف ایس سی کرنے کا اور اب مجھے ہر طرف یہی تینوں سبجیکٹ بھوتوں کی طرح دھمالیں ڈالتے نظر آتے ہیں۔ دن رات ایک ہو گیا ہے میرا پڑھ پڑھ کے۔" وہ سخت اکتائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"کالج میں بوریت تو بہت ہوتی ہو گی۔ آخر سبجیکٹ جو اتنے مشکل اور بور ہیں۔" حوریہ نے پوچھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"نہیں آپی! کالج میں تو ہم بہت انجوائے کرتے ہیں۔ ہمارے کالج میں ایک سے بڑھ کر ایک ماڈل ہے۔ ایک ہماری پرنسپل ہیں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ وہ راحت کاظمی سے بہت ایمپریس ہیں۔ اب تو انہوں نے ہمارے کمپیوٹر ٹیچر کا پیچھا لے لیا ہے۔ پتہ ہے ایک دن وہ پڑھا رہے تھے کہ میڈم لیب میں آئیں۔ پہلے سب لڑکیوں کو اور پھر سر جی کو غور سے دیکھا پھر فرمانے لگیں۔ "تم نے بال ڈائی کروائے ہیں۔" اور بے چارے سر جی وہ تو شرم سے سرخ بلکہ نیلے' پیلے ہو گئے پھر ان کی آنکھوں کو دیکھا تو فوراً" بولیں۔ "تمہاری تو آنکھیں بھی نیلی ہیں' تو سر نے جواب میں پتہ ہے کیا کہا۔"

"کیا۔" حوریہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔

"میڈم! یہ غلطی سے ایسی ہیں۔" وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

اور ہمارے کمپیوٹر ٹیچر' یہ ان سے بھی زیادہ زبردست ہیں۔ ویسے تو بہت امپریسیو پرسنالٹی ہے ان کی لیکن کام نرالے ہیں۔" نوریہ نے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا۔

"میں نے آپ کو ونیزہ کے بارے میں بتایا تھا نا کہ اس کی کئی لڑکوں کے ساتھ فرینڈشپ ہے۔ شکل ذرا اچھی ہے' اس لیے پہلے دن ہی شاید سر جی کے دل پہ وار کر گئی اور سر جی دم بخود ہو گئے۔ اتنی بڑی فلرٹ ہے۔ سارا دن لیب میں بیٹھی سر سے کچھ نہ کچھ سمجھنے کی کوشش میں نزدیک ہونے کے چکر میں ہوتی ہے۔" اس نے کہا تو حوریہ بولی۔

"ہو سکتا ہے وہ سر کے ساتھ مخلص ہو۔" نوریہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہو ہی نہیں سکتا۔ ویسے سر اسفند نہایت شریف ہیں۔ پٹھان فیملی سے ہیں۔ میرے خیال میں تو ان دونوں کے درمیان کبھی ایسی کوئی بات بھی نہیں ہوئی ہو گی لیکن ونیزہ چونکہ عادی مجرم ہے' اس لیے سر کی پسندیدگی کو بھانپ گئی اور معصوم بننے کی پوری ایکٹنگ کرتی ہے۔ اس کی بہتیں اگر کالج آئیں گی نا تو انہیں سر کے پاس بٹھائے گی اور آپ کو پتہ ہے پٹھان کتنے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ سو سر کو جی بھر کر لوٹا جاتا ہے۔ کبھی سموسوں کی فرمائش تو کبھی ربڑی۔ کبھی چاٹ تو کبھی پیزا۔" اس نے چٹخارہ بھرا۔

"سر کیا چیز ہیں۔ گرلز کالج میں ایسے کاموں کے لیے پڑھانے آتے ہیں۔" حوریہ نے سر جھٹک کر کہا۔

"آپی! سر انتہا درجے کے اچھے آدمی ہیں' سوائے پہلے دن کی بے خودی کے۔ جب انہوں نے ونیزہ کو دیکھا' دوبارہ کبھی بھی اس کے ساتھ زیادہ بات چیت کرنے کی یا میٹھی میٹھی نظروں سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ بس پسندیدگی کا اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے۔"

نوریہ نے چائے ختم کی اور کپ ٹرے میں رکھے اور باہر نکل آئی۔ حوریہ بھی اس کے پیچھے ہی باہر نکل آئی تھی۔ نوریہ کچن کی طرف بڑھ گئی جبکہ حوریہ' اسماء کے پاس صحن میں بچھے تخت پر بیٹھ گئی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

"امی! آپ لوگوں نے تایا کی فیملی سے کیا کہا تھا' کیا ہوا تھا جب میرا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔" وہ سر جھکا کر پوچھنے لگی تو اسماء نے گہری سانس باہر نکالی۔

"جب تم فون سن کر بے ہوش ہوئیں تو اسی وقت تمہارے تایا بھی آ گئے تھے' وہ سخت غصے میں تھے۔ انہیں عادل پہ بہت غصہ تھا۔ انہوں نے بہت یقین دہانی کروائی کہ عادل کو وہ ہر قیمت پر واپس بلوائیں گے لیکن تمہارے ابو نے انہیں منع کر دیا کہ اب حوریہ کی شادی عادل سے نہیں ہو سکتی' بس ہمیں طلاق چاہیے۔ تو تمہارے تایا نے کہا کہ اس طرح میں تم لوگوں سے ہمیشہ کے لیے ناراض ہو جاؤں گا۔ اب یہ سب تو ان کے بیٹے کا کیا دھرا تھا اور وہ ناراض بھی ہم ہی سے ہو رہے تھے۔ بس تمہارے ابو کو بھی غصہ آ گیا اور انہوں نے بھی سخت الفاظ بولے۔ بس دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ رشتے تو اللہ کے یہاں سے جڑے ہوئے ہیں۔ بھلا کبھی انسانوں کے کہنے سے ختم بھی ہوئے ہیں۔" انہوں نے کہا۔

"امی! میری وجہ سے یہ سب ہوا ہے۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"غلط بات حوریہ! اتنا غلط نہیں سوچتے۔ اس خود ترسی کی کیفیت سے باہر نکلو بیٹا! یہ سب کچھ عادل نے بھی نہیں کیا۔ یہ تو تمہارے نصیب میں لکھا تھا۔ عادل کے نصیب میں تھا۔ تقدیر کے لکھے سے بھاگ کر ہم کہاں جا سکتے ہیں۔" سبزی بناتے ہوئے انہوں نے اسے بغور دیکھا اور وہ سر ہلا کر اٹھ گئی۔

☼ ☼ ☼

نیٹ ورکنگ کا کچھ کام باقی تھا۔ اور اپنی مدد کے لیے اسفند' زاویار کو بھی گھسیٹ لایا تھا اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے تھے بچاؤ کے لیے لیکن وہ اسفند ہی کیا جو اس کی جان چھوڑ دیتا۔ اب بھی وہ دونوں لیب میں تھے۔

اسفند اپنی سیٹ پہ بیٹھا تھا جبکہ زاویار سائیڈ پہ پڑے کمپیوٹر کو دیکھ رہا تھا۔

"یار تو لائق فائق بندہ ہے تجھے یہ کام سوٹ کرتے ہیں۔ مجھے تو تو جانتا ہے ہمیشہ پاسنگ مارکس لیے ہیں میں نے۔ وہ بھی یقیناً" ایگزامز کا موڈ اچھا ہوتا ہو گا میرے پیپر کی چیکنگ کے وقت" زاویار نے مونیٹر کی اسکرین پہ نظریں جمائے ہوئے کہا تو اسفند بولا۔

"تم نے خود ہی مشورہ دیا تھا کہ میں بچہ گیری چھوڑ کر گرلز کالج میں لگ جاؤ" ابھی وہ شاید کچھ اور بھی کہتا کہ نوریہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اور اسفند نے سر ہلا کر اسے اجازت دی۔

وہ سیدھی چلتی ہوئی اسفند کی میز کے قریب آئی۔ زاویار چونکہ سائیڈ پہ تھا اس لیے وہ اسے نہ دیکھ سکی جبکہ وہ اپنا کام چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسی میز سے پشت ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔ اور ان دونوں کو دیکھنے لگا۔

"سر جی! ہماری کاپیاں چیک ہو گئی ہیں" بڑے مگن انداز میں پوچھا گیا جس پر اسفند نے اپنی ریوالونگ چیئر جھولتے ہوئے اسے دیکھا اور بولا۔

"ایک بات میری سمجھ میں آتی۔ جب عقل بانٹی جا رہی تھی تو آپ سمیت پوری کلاس کہاں غائب تھی؟" اسفند نے دھیمے لہجے میں کہا جس پر پہلے تو نوریہ نے اسے حیرت سے دیکھا اور پھر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"وہ سر جی! بات کچھ یوں ہے کہ عقل کے بٹوارے کے وقت مجھ سمیت پوری کلاس آپ کے پیچھے کھڑی تھی آپ کو یاد نہیں۔" اس نے انگلی اٹھا کر حیرت سے کہا اور اپنی بات جاری رکھی۔

"سر جی! آپ کی پرسنالٹی دیکھ کر فرشتوں نے آپ کے برتن میں ڈھیر ساری عقل ڈال دی۔ میں بھی پیچھے تھی۔ میں نے فوراً" برتن آگے کیا تو جو تھوڑی بہت بچی تھی' وہ میرے برتن میں ڈال دی گئی اور باقی کلاس چونکہ ہم دونوں کے بعد تھی لہٰذا عقل کے خاتمے کے وجہ سے خالی ہاتھ واپس آ گئی" اس نے کہانی سنانے کے انداز میں کہا تو اسفند بولا۔

"تو وہ عقل کدھر ہے' جو تھوڑی بہت آپ کے برتن میں آ گئی تھی غلطی سے" وہ اسے بھگو بھگو کے مار رہا تھا۔

"سر جی! میری امی کہتی ہیں کہ نوریہ چھلنی لے کر عقل لینے چلی گئی تھی۔" اس نے متانت سے کہا تو اسفند یار بے ساختہ اس کی حاضر جوابی پہ ہنس دیا۔ اور زاویار کو دیکھا جس کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

نور نے یکدم پلٹ کر حیرت سے پیچھے دیکھا۔ بہت ہی ہینڈسم اور ویل ڈریسڈ بندے کو دیکھ کر تھوڑی نروس ہو گئی۔ جبکہ زاویار اس کے پاس آ گیا اور اسے بغور دیکھا۔

"میں نے آپ کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے" اپنے ماتھے کو انگلی سے سہلاتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"پھر اچانک جیسے اسے یاد آ گیا۔

"ارے میں نے آپ کو اسفند کی گلی میں دیکھا ہے۔" اس نے کہا تو اسفند اچھل پڑا جبکہ نوریہ بھی پریشان ہو گئی۔

"لیکن میرا کیا کام سر جی کی گلی میں۔" اس نے مزید نروس ہوتے ہوئے کہا تو وہ بولا۔

"ہو سکتا ہے آپ کا گھر وہیں ہو۔ میں نے آپ کو کالے گیٹ اور آف وائٹ پینٹ والے گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔" اس نے کہا تو اسفند نے اسے معنی خیز نظروں سے دیکھا جبکہ نوریہ کی چیخ نما آواز بلند ہوئی۔

"وہی ہمارا گھر ہے لیکن وہ سر کی گلی کیسے ہوئی؟"

"ارے آپ کے سر بھی وہیں رہتے ہیں بلکہ آپ کے سامنے میں رہتے ہیں دو گز کا بنگلہ ہے ان کا۔" زاویار جوش سے بولا تو وہ حیران ہوئی۔

"کون سا دو گز کا بنگلہ' وہاں تو ایسا کوئی اوٹ پٹانگ بنگلہ نہیں۔" وہ دونوں مکمل طور پر اسفند کو نظر انداز کر چکے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ بحث میں بری طرح مصروف تھے۔

اس نے ایک دو دفعہ اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے کھنکھار کر گلا صاف کیا لیکن بے سود۔

"آپ کے گھر کے ساتھ' بالکل انیج ہے بائیں طرف۔" زاویار نے کہا تو وہ بری طرح جوش میں آئی۔

"ارے آپ ہمارے اس مکان کی بات کر رہے ہیں جو ہم نے ایک پٹھان کو دے رکھا تھا۔ آپ نے اسے اتنا برا نام دیا۔" وہ مگن انداز میں بولتی ایکدم چونکی۔

"سر جی! تو کیا وہ پٹھان آپ۔" حیرت سے اس کی طرف مڑتی وہ بولی تو الفاظ نے زبان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ بری طرح نروس ہو گئی۔

"جی میں ہی وہ پٹھان ہوں۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا تو وہ واپس پلٹی اور یہ جا وہ جا۔

"یہ کیا تم ہر ایک سے جان پہچان نکال بیٹھتے ہو" اس نے دانت پیستے ہوئے زاویار کو دیکھا لیکن وہ ابھی تک اسے گوری چٹی دوشیزہ کے حسن جہاں سوز میں کھویا ہوا تھا۔

"یار! یہ کہیں وہ لڑکی تو نہیں' جس پر تم عاشق ہو؟" اس نے آگے کو جھکتے ہوئے کہا تو اسفند نے برا سا منہ بنایا۔

"میں کوئی جن ہوں جو تم نے یہ بے ہودہ جملہ استعمال کیا اور مجھے آج پتہ چلا کہ تو لڑکیوں کو کتنا غور سے دیکھتا ہے نا صرف لڑکیوں کو بلکہ اس گھر اور گیٹ کے کلر کو بھی جہاں سے کوئی خوبصورت لڑکی برآمد ہو۔" وہ کھولتے ہوئے بولا تو زاویار ہنس پڑا۔

"اور تو صرف جمعدارنی پہ نظر رکھتا ہے انتہائی گندا ٹیسٹ ہے تیرا۔" اس نے مصنوعی دکھ سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ میں تیرے لیے نظر رکھتا ہوں ورنہ میرا ٹیسٹ تو"

اس کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ ونیزہ دروازے میں کھڑی آنے کی اجازت طلب کر رہی تھی۔

"زاویار نے اسے دیکھا تو برا سا منہ بنایا اور رخ دوسری طرف موڑ کر بیٹھ گیا۔

"سر! میں کاپیاں لینے آئی تھی۔" اس نے کہا تو اسفند نے میز پر پڑی کاپیوں کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے آگے بڑھ کر وہ کاپیاں اٹھائیں۔ ایک دلفریب مسکراہٹ اسفند کی طرف اچھالی اور باہر نکل گئی جبکہ

اسفند کے چہرے پہ اس کے جانے کے بعد مسکراہٹ ابھری۔

"مجھے لگتا ہے کہ یہی وہ محترمہ ہیں۔" زاویار نے سنجیدگی سے کہا تو اسفند نے اثبات میں سر ہلایا۔

"یار! یہ واقعی وہی لڑکی ہے؟" وہ بے یقین تھا۔ جب ہی اسفند نے اسے گھور کر دیکھا۔

"مجھے تو یہ کوئی خاص نہیں لگی اور یہ مسکرائی کس خوشی میں تھی۔ تم ٹیچر ہو اس کے۔ ٹیچر کو دیکھ کر بھی کوئی ایسے مسکرایا ہے۔" زاویار نے کہا تو اسفند بولا۔

"مجھے لگتا ہے کہ مسکراہٹ بنی ہی اس کے ہونٹوں کے لیے ہے۔" سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر وہ خواب ناک آواز میں بولا تو زاویار نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اب وہی بات کہوں گا جو اس کالج کی پرنسپل نے پہلے دن تم سے کہی تھی، یعنی "گدھی پہ دل آئے تو پری بھی کیا چیز ہے۔"

"تم جو پری کو دیکھ بیٹھے ہو۔" اسفند نے جل کر کہا جس پر وہ بولا۔

"ویسے یار! اپنی گلی کی جمعدارنی تو تجھے نظر آ گئی اور پڑوسن پر تیری نظر ہی نہیں پڑی۔ ایک ہی کالج میں ہو تم اور وہ، چاہے تم ٹیچر ہو اور وہ اسٹوڈنٹ لیکن بندہ کچھ کامن معلومات تو رکھتا ہے۔"

"میں یہاں پڑھانے آتا ہوں نا کہ لڑکیوں کے بارے میں معلومات رکھنے۔" اسفند بولا تو زاویار نے کہا۔

"نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی۔ یعنی ابھی تم یہاں صرف پڑھانے آتے ہو۔ کس قدر شریف ہو تم، صدقے جاؤں تمہارے۔ یہ جو محترمہ ابھی کاپیاں اٹھا کے گئی ہیں، ان کے بارے میں تو بہت سی معلومات اکٹھی کر رکھی ہیں۔" اس نے کہا تو اسفند مسکرا دیا۔

"ویسے تو نے کیا سوچا ہے اپنے آغاجی سے بات کرنے کا۔ اب تو ان کی مرضی کے بغیر تو شادی نہیں کر سکتا۔" زاویار نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں، میری مرضی کے بغیر بھلا وہ میری زندگی کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ وہ یقیناً" کوئی اعتراض نہیں کریں گے ونیزہ پر۔"

"اکلوتے.....! تجھے شاید یاد نہیں کہ تمہارے ابا پٹھان ابن پٹھان ہیں جن کی ایک زبان ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی زبان پہ اڑ گئے، انہوں نے تمہاری پسند پہ "نہیں" کی مہر لگا دی تو....." وہ بولا۔

"وہ ایسا نہیں کر سکتے اور یہ تیرے منہ سے کبھی خیر کی بات نکلتی ہے۔" اسفند اس پر چڑھ دوڑا۔

"فرض کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اگر یہ باتیں سچ ہو گئیں تو تو کیا کرے گا۔" زاویار نے اسے سوچنے کی دعوت دی۔

"تو میرا یار نہیں ہے اور دوست وہ جو مصیبت میں کام آئے، تو منائے گا نا انہیں۔" اسفند نے کہا تو اس نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"مجھے تو معاف رکھو۔ نہ میں کبھی گیا اور نہ مجھے شوق ہے تمہارے علاقے میں جا کر تمہارے آغاجی کے آگے دست سوال پھیلانے کا جبکہ مجھے پتہ بھی ہے کہ جواب کیا ہو گا۔"

"یاد رکھو، یہ مدد بھی ادھار ہو گی اور میں یہ ادھار اتار دوں گا۔" اسفند نے کہا تو وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"تو پھر مجھے تمہاری اس پڑوسن پلس اسٹوڈنٹ سے شدید قسم کا عشق ہونے جا رہا ہے، تو میری مدد کرے گا راہ ہموار کرنے میں۔"

"میں تمہارے ڈیڈ اور اس کے ہلاکو خان ٹائپ ابا کی میٹنگ کے مواقع پیدا کر سکتا ہوں لیکن اس کے ڈیڈ یعنی ابا نہایت جلاد قسم کی شخصیت ہیں۔ میں ان کی کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا کہ وہ تمہارے ڈیڈ کے ساتھ کیا کریں اور واپس آ کر تیرے ڈیڈ تیرے ساتھ کیا کریں۔" اسفند نے اسے انجام سے ڈرانا چاہا جبکہ اس نے سر جھٹک کر کہا۔

"ٹھیک ہے، جو تیرے بس میں ہے تو کر اور جو میرے بس میں ہوا، وہ میں کروں گا۔" اس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا میں چلتا ہوں، نیٹ ورکنگ مکمل ہو گئی ہے ڈفر! خود سے کوئی کام ہوتا نہیں، ٹیچر بنے پھرتے ہو۔" زاویار نے کہا تو اسفند مسکرا دیا جبکہ وہ بھی مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔

☼ ☼ ☼

چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ہر چیز چاند کی ٹھنڈی، میٹھی روشنی میں نہائی ہوئی عجب الوہی سا تاثر دے رہی تھی۔

حوریہ نے کمرے سے ایزی چیئر اٹھائی اور باہر لا کر رکھ دی۔ وہ اس وقت چھت پر تھی اور چاندنی میں نہائی رات

کے فسوں میں اپنے غموں کو بھلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ اور بات تھی کہ وہ جتنا سنبھلنے کی کوشش کرتی، اتنا ہی بکھرتی جاتی۔

"عادل! تم نے مجھے کتنا بے اعتبار کر دیا ہے۔ اپنی ذات پر سے میرا اعتماد ختم ہو گیا ہے۔ سب اپنے بیگانے لگنے لگے ہیں۔"

میں نے تو بچپن سے تمہارا اور اپنا نام اکٹھا سنا تھا۔ میں نے تو ہمیشہ تمہیں دل میں بہت خاص جگہ دی تھی۔ پر تم مرد کیوں بدل جاتے ہو۔ اتنے بے وفا کیوں ہوتے ہو۔" تھک کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

"امی کہتی ہیں کہ اللہ نے میرے لیے بہت بہترین، بہت اچھا رکھا ہے، جو اپنے وقت پہ مجھے ملے گا۔ کیا ایسا کوئی ہو گا؟ کیا کوئی مرد ایسا ہو سکتا ہے۔ جب عادل جیسے چاہنے والے نے دھوکا دیا تو کوئی اور اجنبی بھلا کہاں میرا ہو سکے گا۔" اس نے آنکھیں کھولیں اور آنسو صاف کر کے نظریں آسمان پہ ٹکا دیں۔

"میرے نصیب کا چاند کون ہو گا، کہاں ملے گا مجھے۔ کیا ایسا ہی ہو گا جیسا یہ چاند ہے۔" چاند کو دیکھتے دیکھتے اس کی نظریں پھسلیں اور سامنے والی دیوار پہ جا پڑیں اور وہ چونک اٹھی۔

سامنے نظر آنے والی شخصیت کوئی حسین خواب یا وہم تو ہو سکتی تھی، حقیقت نہیں۔ اور وہ اسے اپنا وہم گردانتے کے باوجود یک ٹک دیکھ رہی تھی جیسے وہ دیکھ رہا تھا۔ پھر حوریہ نے سر جھٹکا، آنکھیں میچیں اور جب دوبارہ کھولیں تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

"ہاں، یہ خواب ہی ہو سکتا ہے یا دماغ کا خلل۔" اس نے مایوسی سے سوچا اور اٹھ کر نیچے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

☼ ☼ ☼

اسفند کا ایم سی ایس کا دوسرا سمسٹر ختم ہوا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔ آج وہ چھت پر آیا تھا اور ہر سو پھیلی چاندنی کو دیکھ رہا تھا۔

عموماً" وہ ایسے فارغ نہیں ہوتا تھا لیکن بھلا ہو واپڈا کا جنہوں نے اسے اس چاندنی سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیا۔

"ویسے میرے خیال میں تو آغا جان کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ انہوں نے ہمیشہ میری خوشی کا خیال رکھا پھر وہ بھلا اب کیوں کچھ کریں گے۔" اپنی سوچوں میں گم وہ چھت پہ چڑھ گیا۔ دل کو تسلی دیتا وہ چھت پر ٹہلنے لگا۔ "یقیناً" ونیزہ ان دونوں کو پسند آئے گی۔ اب میری پسند اتنی گری پڑی بھی نہیں۔"

آس پاس کی دیواریں درمیانی سائز کی تھیں اور اس کے سینے تک آتی تھیں۔ اس سے پہلے اسے موقع ہی نہ ملا تھا کہ وہ کبھی چھت پر چڑھتا۔

ہر سو روشنیاں بکھیرتا چاند، ٹھنڈی میٹھی روشنی میں نہایا رات کا یہ منظر، ہلکی ہلکی چلتی ہوئی ہوا اس کے گھنیرے کیڈٹ کٹ بالوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔ اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"چاند بہت حسین ہے لیکن جن لوگوں کو ہم چاہتے ہیں، وہ اس سے زیادہ، بہت زیادہ حسین لگتے ہیں۔" مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

اس نے آگے بڑھ کر دیوار کے اوپر دونوں بازو رکھے اور آگے کو جھکا۔ یہ بہت بڑی چھت تھی، سامنے کے رخ پہ دو کمرے بنے ہوئے تھے جن کے سامنے برآمدہ تھا اور آگے چھت کا بقیہ حصہ تھا۔ جو چیز حواسوں پہ اثر کر رہی تھی، وہ سامنے ایزی چیئر پہ بیٹھی لڑکی تھی۔

بہت سے حسین چہرے اور معصوم حسن دیکھ چکا تھا لیکن وہ لڑکی خیالوں کی دنیا سے بھی بڑھ کر حسین تھی، اتنی کہ اسفند یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں، چاندنی میں اس کے چہرے کے نقوش بہت واضح ہو رہے تھے۔ بہت گورا رنگ، بڑی بڑی آنکھیں جن پر پلکوں کی جھالر سایہ فگن تھی۔ چھوٹی سی ناک اور ناک میں چمکتی ہیرے کی لونگ جس کی چمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

اچانک اس نے آنکھیں کھولیں اور اسفند کو محسوس ہوا کہ خوابوں کی دنیا میں جا پہنچا، جہاں پریاں ناچتی تھیں اور ان پریوں کی شہزادی یقیناً" اس کے سامنے تھی، اس کے چہرے پہ نظریں جمائے وہ جیسے باقی سارے جہاں کو بھول رہا تھا۔ حتیٰ کہ ونیزہ بھی ذہن سے نکل گئی تھی۔

ہوش اڑے اڑے سے لگ رہے تھے پھر اس نے پیچھے مڑ کر چاند کو دیکھا اور ایک دفعہ پھر نظریں اس کے حسین چہرے پہ جما دیں۔

وہ بھی چاند کو دیکھ رہی تھی، اسفند کو لگا چاند اس کے

مقابلے میں ہار گیا ہے۔ "وہ چاند سے بڑھ کر ہے۔" اپنی سوچ پہ اسے خود حیرت ہو رہی تھی پھر اسے لگا جیسے وہ لڑکی اسے ہی دیکھ رہی ہو اور اسے جیسے اپنی حماقت کا احساس ہوا اور وہ فوراً" سے پہلے پیچھے ہٹا اور سیڑھیاں اترتا نیچے چلا گیا۔ بجلی آچکی تھی لیکن اس نے لائٹ بجھا دی اور لیٹ گیا۔

"بھلا کیا ضرورت تھی مجھے یوں الو کی طرح آنکھیں پھاڑنے کی، کیا سوچے گی وہ لڑکی میرے بارے میں۔ حالانکہ میرا ماضی کتنا بے داغ رہا ہے۔" اس نے خود کو کوسا، جب ہی دو خوبصورت آنکھیں جیسے نظروں میں ٹھہر گئیں۔

"اس کے چہرے پہ بہت اذیت تھی جیسے کسی بہت گہرے صدمے کے زیر اثر ہو اور وہ غمناکی یقیناً" کسی کا دل بھی پانی کر سکتی ہے۔" نیند میں جاتے ہوئے اس نے سوچا، بہرحال اب نیند آگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

دن بہت مصروفیت میں گزر رہے تھے کیونکہ سال کا آخر تھا اور اسفند پہ کام کا بوجھ کچھ زیادہ بڑھ گیا تھا۔ ویسے اس کا ارادہ پی ایچ ڈی کرنے کا تھا پھر ایئر فورس میں سافٹ انجینئر کی جاب کا سوچ رکھا تھا۔

لڑکیوں کو پریکٹیکل کروانے کے لیے اسے زیادہ دیر کالج میں رکنا پڑتا تھا۔ اب اس کا ارادہ تھا کہ وہ آغاجی اور خانم کو بتا کر رشتے کے لیے ونیزہ کے گھر بھیجے تاکہ منگنی کے بعد وہ اطمینان سے اپنی تعلیم مکمل کر لے اور ونیزہ بھی اپنی تعلیم مکمل کر لے۔ شادی کی اسے ویسے بھی جلدی نہ تھی، بس ونیزہ کو اپنے نام کے ساتھ منسوب کرنا تھا۔

اس ویک اینڈ پہ اس کا ارادہ حویلی جانے کا تھا اور ساتھ میں اس نے زاویار کو بھی تیار کر لیا تھا۔ وہ پہلے تو بہت نخرے کرتا رہا لیکن پھر اسفند کی دھمکی پہ فوراً" جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

"تو اگر نہیں جائے گا، یوں نخرے کرتا رہے گا تو بھول جانا نوریہ کو۔" وہ اس کے سر پہ کھڑا زور زور سے بولا۔ جس پر زاویار یکدم کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اسے بغور دیکھا۔

"تو پکا بلیک میلر ہے۔" اس نے کہا تو اسفند بولا۔

"تیرے جیسے بندے کی صحبت میں رہتا ہوں اس لیے اور سن اگر نہیں — گیا نا تو میں نے اس کے والد بزرگوار کے گوش گزار تیری دل گداز کیفیت کر دینی ہے پھر وہ بندوق لے کر تجھے ڈھونڈتے نظر آئیں گے اور تو جنگلوں اور پہاڑوں پہ ٹارزن کی طرح بھاگتا اور اچھلتا نظر آئے گا۔"

اس نے کہا تو زاویار نے ناراض سی نظر اس پہ ڈالی اور بولا۔

"اسی دن کے لیے میں نے تجھ سے دوستی کی تھی کہ تو مجھے شہروں سے نکلوا کر بدھ مت کے پیروکاروں کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں زبردستی گھسا دے۔ چل اے بلیک میلر دوست! میں تیرے ساتھ جانے کے لیے راضی ہوں۔" وہ ایسے بولا جیسے اسفند پہ بہت بڑا احسان کیا ہو۔

اور پھر وہ دونوں کئی گھنٹوں کا سفر طے کر کے حویلی پہنچے۔ آدھے گاؤں پہ بنی حویلی مکینوں کے اعلا ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

آس پاس کے سارے گاؤں اور مضافاتی علاقے بھی اسفند کے آغاجی کی ملکیت میں تھے۔ اس کے علاوہ شہر میں ان کی کئی کوٹھیاں تھیں لیکن وہ گاؤں والی حویلی میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسفند ان کا اکلوتا نور نظر تھا لیکن انہوں نے اس کی بہت بہترین تربیت کی تھی، اسی لیے اکلوتے پن کے لاڈ اس کو خراب نہ کر سکے اور ان کی تربیت اس کی سوچ اور عمل کے ستھرے پن سے ظاہر ہوتی تھی۔

ان دونوں کو دیکھ کر پوری حویلی میں ہلچل مچ گئی تھی۔ خوب آؤ بھگت کی گئی اور پھر آخر کار آغاجی کے دربار میں حاضری کا وقت بھی آگیا اور زاویار کی شامت بھی۔ وہ جس وقت سے آیا تھا اور اسفند کے آغاجی سے ملا تھا، اس وقت سے ان کی رعب دار شخصیت کے زیر اثر سنجیدہ ہو گیا تھا جبکہ خانم سے مل کر اسے بہت خوشی ہوئی۔

وہ اس سوچ کے بالکل برعکس تھیں، اس کے خیال میں وہ کوئی بہت بوڑھی اور نہایت سخت مزاج قسم کی خاتون ہوں گی لیکن جس خاتون سے وہ ملا، وہ نہایت سادہ اور نرم دل تھیں اور اسے بالکل اسفند کی طرح ہی ٹریٹ کیا تھا۔ بہت محبت کرنے والی خاتون تھیں اور بار بار اس سے حال احوال پوچھ رہی تھیں۔

اب وہ آغاجی کے سامنے بیٹھا مناسب الفاظ سوچ رہا تھا کہ کیسے مدعا پہنچائے اور ساتھ ساتھ اسفند کو کوس رہا تھا جو پانچ منٹ میں آنے کا کہہ کر گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکا تھا۔

"تمہارے والد تو امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس کرتے ہیں، تمہارا کیا ارادہ ہے؟" آغاجی نے پوچھا تو وہ ان کی

رعب دار آواز پہ یکدم خیالوں کی دنیا سے باہر نکلا اور اچھل کر سیدھا ہوگیا۔ آغاجی نے اسے حیرت سے دیکھا لیکن بولے کچھ نہیں۔

"جی آپ نے کچھ پوچھا' ہاں یاد آیا۔ آپ نے بابا کے بزنس کا پوچھا۔ وہ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس کرتے ہیں اور بڑے بھیا بھی ان کے ساتھ بزنس سنبھالتے ہیں اور میں ایم سی ایس کے بعد ایئرفورس میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" تیز تیز بولتا جواب دے کر یوں سانس باہر نکالی جیسے صدیوں سے سانس سینے میں قید تھی اور آغاجی نے اسے بغور دیکھا۔

"آں.... آغاجی.... آپ کا اسفندیار کے بارے میں کیا خیال ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ جوان جہان ہوچکا ہے۔" زاویار آواز دبا کر بولا تو انہوں نے جواب دیا۔

"وہ بھی ایئرفورس میں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تم سے بات نہیں کی اس نے۔ ویسے پی ایچ ڈی کا ارادہ بھی ہے اس کا۔ اب دیکھو۔" اور زاویار کا منہ لٹک گیا۔

"میرا مطلب تھا کہ اس کی شادی کب کریں گے' اس بارے میں آپ نے کچھ نہیں سوچا؟" اس نے دانتوں کی نمائش کی۔

"کیوں نہیں لیکن پہلے وہ تعلیم تو مکمل کرے ہم نے اس کے لیے بہت اچھی لڑکی سوچ رکھی ہے۔" انہوں نے ہولے سے مسکرا کر کہا تو وہ اچھل پڑا۔

"لیکن آپ نے اسفند سے رائے لی؟"

"کیوں' اسے ہماری پسند پہ بھروسہ نہیں ہے؟ ہم نے اس کے لیے بہت بہتر فیصلہ کیا ہے۔" انہوں نے بغور اسے دیکھا جس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"وہ کوئی ان پڑھ کسی بیک ورڈ گاؤں کی الھڑ مٹیار نہیں ہے۔ آغاجی آپ کا بیٹا ہے۔ اتنا پڑھایا ہے آپ نے اسے۔ اب اس کی زندگی کا فیصلہ اس کی رائے کے بغیر کریں گے۔" مؤدبانہ انداز میں سر جھکا کر اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

پھر دھیرے دھیرے مناسب الفاظ میں اس نے اسفند کی پسند کے بارے میں انہیں بتایا اور وہ اس کی بات سن کر بجائے بھڑک اٹھنے کے اور غصہ کرنے کے چپ چاپ سوچ میں گم ہوگئے۔

"میں تمہاری بات پر غور کروں گا لیکن مجھے کچھ وقت چاہیے۔ تم جاؤ اور آرام کرو۔" وہ اٹھا اور اس بہت خوبصورت اور روایتی انداز میں سجے ڈرائنگ روم سے باہر نکل آیا۔

سامنے ہی دیوار کے ساتھ اسفند کھڑا نظر آیا' اسے دیکھ کر وہ اس کے قریب آیا اور پھر وہ دونوں اس کمرے میں آگئے جہاں زاویار ٹھہرا ہوا تھا۔

"تو اپنی محبت پہ فاتحہ پڑھ لے بیٹا! تیرے آغاجان کے تیور اچھے نہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم باہر رشتے نہیں کرتے۔"

پھر سنجیدہ بیٹھے اسفند کو دیکھ کر اسے بھی سنجیدگی کا لبادہ اوڑھنا پڑا۔ یہ اور بات کہ وہ ہمیشہ اس کوشش میں ناکام ہوجایا کرتا تھا۔

"ویسے یار! تو نے اس سے کبھی اظہار محبت تو کیا نہیں پھر تو پریشان کیوں ہے۔ تیری زبان کا مسئلہ تو نہیں۔" زاویار نے کہا لیکن اسفند نے اس کی بات کاٹی۔

"یہ زبان کا نہیں بلکہ دل کا مسئلہ ہے۔ میں اس پاگل دل کو کیسے سمجھاؤں گا۔" وہ دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں پیوست کرتے بے بسی سے بولا۔

"تیرے پاگل دل کو پاگل خانے چھوڑ آئیں گے کیونکہ بہرحال وہ بہترین جگہ ہے پاگلوں کے لیے۔ پتہ تو ہے اسی مقصد کے لیے بنائی گئی ہے۔" وہ زاویار ہی کیا جو کبھی سنجیدہ ہوجائے۔ اسفند نے اسے کھاجانے والی نظروں سے دیکھا تو زاویار نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"اب میری توبہ جو ایک لفظ بھی بولوں۔"

"کیا آغاجی مان جائیں گے؟ تمہیں پتہ ہے میں نے ونیزہ سے بات کی تھی کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اپنے والدین کو اس کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا تو زاویار اچھل پڑا۔

"یہ تمہاری عقل کیوں بڑھاپے کی طرف گامزن ہے۔ پہلے لوگ والدین کو راضی کرتے ہیں احمق اور تو پہلے محبوبہ کو راضی کر رہا تھا۔ اس نے کیا جواب دیا الو انسان۔" وہ بے نقط سناتے ہوئے پوچھ بیٹھا۔

"وہ بس آگے سے مسکرادی۔" اسفند نے کہا۔

"ہاں لڑکی کی مسکراہٹ بھی رضامندی میں شامل ہوتی ہے۔ ڈفر' اسے تمہیں دیکھ کر مسکرانے کے علاوہ بھی کچھ آتا ہے۔

انتہائی ہنس مکھ لڑکی ہے۔ بے ہودہ انسان!" زاویار کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنا غصہ کیسے کم کرے۔

اور پھر اگلے دن آغاجی نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ انہوں نے بیٹے کو روایات پہ فوقیت دی اور زاویار یہ کیس جیت گیا۔ اسفند کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آغاجی اتنی جلدی مان سکتے ہیں۔ وہ تو سکتے میں آگیا تھا جب ہی وہ بولے تھے۔

"میں اپنے بیٹے کو نہیں کھو سکتا۔ تمہاری خوشیاں ہمیں بہت عزیز ہیں۔ ہم اس لڑکی کے گھر رشتے کے لیے جائیں گے۔"

کوئی آب حیات پلا دیا تھا آغاجی نے' وہ خود کو یہ باور کروا رہا تھا کہ جو کچھ اس کے کانوں نے سنا۔ وہ حقیقت تھی جبکہ آغاجی کے پیچھے کھڑے زاویار نے وکٹری کا نشان بنایا تھا۔

☆ ☆ ☆

"یار! آغاجی اور خانم اس ہفتے آرہے ہیں پشاور سے۔ ونیزہ کے ہاں جانے کے لیے۔" اسفند نے اطلاع پہنچائی۔

کرسی پر نیم دراز میز پہ ٹانگیں رکھے زاویار کو جھٹکا لگا وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ کچھ دیر پہلے وہ لوگ یونیورسٹی سے زاویار کے گھر "حیات ولا" آئے تھے۔

"ویسے یار! ذرا مزہ نہیں آیا۔ تیرے آغاجی سے مجھے کم از کم یہ امید نہ تھی۔" اس نے تاسف سے سر ہلایا جبکہ اسفند باقاعدہ لڑنے مرنے پہ تیار ہوگیا۔

"کیا مطلب ہے تیرا۔ ذرا اپنے ان گھٹیا خیالات کی وضاحت کرے گا تو۔" کڑے تیور لیے وہ اس کے سر پہ اکڑا ہوا زاویار نے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کیا۔ اور اطمینان سے بولا۔

"یار! تیرے آغاجی نے نہ تو کوئی ڈرامہ لگایا اور نہ ہی وہ فلموں والا مشہور ڈائیلاگ بولا۔ بس جی جلدی سے راضی ہوگئے۔" اس کی بات سن کر اسفند کے تاسف سے سر ہلایا۔

"کیسا یار ہے تو میرا' جسے یہ غم کھائے جارہا ہے کہ میرے آغاجی اتنی جلدی راضی کیوں ہوئے۔ کیا دو چار ہائیں جاتیں تو وہ راضی ہوتے۔ ارے تیری جگہ کوئی اور ہوتا ناں تو دس دن صبح شام دیگیں پکوا کر غریبوں میں تقسیم کرتا۔" اس نے زاویار کو اپنی دانست میں غیرت دلانے کی کوشش کی۔ جس کا الٹا اثر ہوا۔

"کیوں' کیوں میں نے اپنے ڈیڈی کا دیوالیہ نکلوانا تھا کیا۔" زاویار شروع ہوگیا "اور ویسے بھی کون سا تو نے' مس یونیورس' کے لیے اپنے والدین کو کنونس کیا ہے جو میں ایسے رفاہی کاموں میں پڑ کر ایک ایدھی سینٹر کھول لوں بلکہ نہیں زاویار۔" اسفند کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ وہ پھر بھی چپ نہیں ہوا۔ اب کہ اس کا انداز ہمدردانہ تھا۔

"مجھے پکا یقین ہے تمہاری اس ونی کے گھر سے لوٹنے کے بعد دس جوتے خانم اور بیس جوتے آغاجی تمہاری کھوپڑی میں لگائیں گے تاکہ جو جو پرزے کھسکے ہوئے ہیں ناں مغز شریف کے' وہ دوبارہ اپنی جگہ فکس ہوجائیں۔"

"ٹھیک' بالکل ٹھیک کرو ایسی دل جلانے والی باتیں۔ بھول جاؤ نوریہ کو اور میں بتادوں یہ محض دھمکی نہیں۔" اسفند نے اس کے سامنے کارپٹ پہ بیٹھتے ہوئے فلور کشن کھینچ لیا۔ اور اسے بازو کے نیچے رکھ کر زاویار کو گھورا۔

"تو میرا یار نہیں دیکھ تو نے وعدہ کیا تھا اگر میں تیری مدد کروں گا تو تو بھی تو میری مدد کرے گا۔ وہ ادھار یاد کر جو تو نے چکانے کا وعدہ کیا تھا۔ زاویار کا انداز بھیک مانگنے والا ہوگیا اب کہ وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

"اب آئے ہو ناں لائن پہ' ہاں تو اب کرے گا بد شگونی کی باتیں۔" اسفند نے کہا تو زاویار نے فوراً" سے پہلے نفی میں سر ہلایا اور اسفند ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ ہوگیا۔

"ہاں یاد آیا' میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اور تم تو جانتے ہو پٹھان اپنے وعدے کے کتنے پابند ہوتے ہیں" اسفند نے مصنوعی کالر کھڑکاتے پھر بولا۔

"بس میں اپنی شادی پہ تمہارے ڈیڈی اور فرید صاحب کی ملاقات کرواؤں گا اور ساتھ میں ان کی صاحبزادی کے رخ روشن کا دیدار کروادوں گا کہ آپ بیٹے کو شادی کی اتنی جلدی ہے کہ بڑے بھائی کے کنوارے ہوتے ہوئے بجائے بھائی کے لیے لڑکی پسند کرے اپنے لیے کرلی ہے اور۔" وہ سانس لینے کو رکا جبکہ زاویار اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

"کیا مطلب تو ایسے کہے گا ڈیڈی سے۔ اب کیا میں ڈھونڈوں بھائی کے لیے لڑکی' یہ کام وہ خود کریں۔ یا ڈیڈی سرانجام دیں۔ اور تو' تو پکا غدار ہے۔" زاویار اس پہ چڑھ دوڑا۔

"تجھے معلوم ہے میری شادی کے علاوہ تجھے کبھی موقع نہیں ملے گا۔

اس سے مل کر اظہار محبت کرنے کا اور تمہارے ڈیڈی کو ممکنہ بہو دیکھنے کا۔" تکیہ کیچ کرتے ہوئے اسفند نے کہا تو

زاویار سیدھا ہو گیا۔

"ایسی بات تھی تو تو نے درمیان میں کیا بکواس شروع کردی تھی۔" وہ بگڑا۔

"میں دیکھ رہا تھا تو کتنا عاشق صادق ہے۔" اسفند نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بھی ہنس پڑا۔

☼ ☼ ☼

یہ کوئی تیسری مرتبہ تھی جب خانم نے ایک اکلوتے کمرے سے کچن اور کچن سے برآمدے اور چھوٹے سے صحن میں ایسے چکر لگایا جیسے کچھ کھو گیا ہو ان کی حالت ایسے بچے جیسی ہو رہی تھی جسے پہلے دفعہ سرکاری اسکول بھیج دیا گیا ہو۔

زاویار نے ان کی حالت دیکھ کر بمشکل ہنسی ضبط کی تھی البتہ آغا جی چھوٹے سے برآمدے میں پڑی چار کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئے تھے زاویار بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔

"آغا جی! میرا بچہ اس ڈربے میں رہ رہا ہے جسے مرغی بھی رہنے کے قابل نہ جانے، مجھے خبر بھی نہیں ہوئی۔" وہ صدمے کے زیر اثر آغا جی کے پاس آکھڑی ہوئیں لیکن نظریں مسلسل اس مکان کا جائزہ لے رہی تھیں جو بقول زاویار "دو گز کا بنگلہ" تھا۔

"تو کیا ہوا، اس میں اتنے صدمے والی کون سی بات ہے۔ اس سے بھی برے گھروں میں لوگ رہتے ہیں، یہ تو بہت بہتر ہے۔" آغا جی نے نہایت اطمینان سے کہا جبھی اسفند ان سب کے لیے چائے لے آیا۔

"بیٹے کو عورتوں کی طرح کام کرتے دیکھ کر خانم نے آہ بھری۔ انہیں معلوم تھا اگر وہ کچھ بولتیں تو آغا جی کا لمبا سا لیکچر سننا پڑتا۔ سو وہ چپ رہیں۔

"اسفند کو تو یہ مکان اتنا پسند ہے خانم، کہ میں آپ کو کیا بتاؤں، کتنی مرتبہ مجھ سے کہہ چکا ہے کہ شادی کرے گا تو اسی دو گز کی بنگلے میں، دلہن لائے گا تو صرف یہاں۔" اسفند کی گھوریوں کو نظر انداز کرتا وہ مگن انداز میں بولا۔ تو خانم نے ذرا اسے حیرت سے دیکھا۔

"اسفند ایسا بولتا ہے، کیوں؟" انہوں نے پوچھا تو زاویار بے اختیار سٹپٹایا جبکہ اسفند نے مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائی، دل جلانے والی مسکراہٹ، اس نے کوئی جواب دینے کے بجائے اسفند کو دیکھا اور کندھے اچکا دیے۔

"اچھا میں چلتا ہوں۔ آغا جی اور خانم، ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ آپ لوگ جتنے دن یہاں ہیں ہمارے ہاں رہیں گے۔" اس نے کہا تو آغا جی نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"نہیں بچہ! ہم کل شام میں واپس جائیں گے۔ یہ تکلف نہ کرو، اب تو آنا جانا لگا رہے گا۔" وہ مسکرا کر بولے تو زاویار نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے آج رات کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" انہوں نے کہا تو اس نے اسفند کی طرف ہاتھ ہلایا اور باہر جانے کے لیے قدم بڑھا دیے۔

☼ ☼ ☼

"آغا جی اور خانم دونوں ونیزہ کے گھر گئے اور رشتے کی بات کی جس پر انہوں نے سوچنے کے لیے وقت مانگا تھا۔ آغا جی، خانم کو اسفند کے پاس ہی چھوڑ گئے کہ جب وہ لوگ جواب دیں گے تو پھر آغا جی بھی آجائیں گے اور دھوم دھام سے منگنی کرلیں گے۔

اسفند اس وقت کلاس کو پریکٹیکل کروا رہا تھا۔ کچھ لڑکیاں کام کر رہی تھیں۔ تو باقی آپس میں باتوں میں مصروف تھیں۔ لڑکیوں کو بھی بھنک پڑ گئی تھی کہ سر نے ونیزہ کے گھر رشتہ بھجوایا ہے۔ اسی لیے آپس میں سر جوڑے اسی بحث میں مگن تھیں۔

"سر! مجھے یہ پروگرام سمجھ میں نہیں آرہا۔ ذرا سمجھا دیں۔" ونیزہ نے مڑ کر اسفند سے کہا تو وہ اپنی سیٹ سے اٹھا اور اس کے ٹیبل کے پاس آکھڑا ہوا جبکہ اس کے آنے پہ ونیزہ تھوڑا سا رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔

"لڑکیوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔

"ویسے قوی امید ہے کہ "ہاں" ہو جائے گی۔" مینا نے فوزیہ کے کان میں سرگوشی کی تو اس نے ناک چڑھائی۔

"کہیں سے بھی تو نہیں ملتی یہ سر جی سے۔ اتنے ہینڈسم ہیں سر اور یہ سر کے سامنے بالکل بھی کچھ نہیں لگتی۔ چلو ظاہری نہ سہی باطنی خوبیاں تو ہوناں لیکن یہاں تو ان کا بھی کال پڑ گیا ہے۔ سر کتنے شریف انسان ہیں۔ اور یہ، اس کے بوائے فرینڈز یوں بدلتے ہیں جیسے گرمیوں میں کپڑے۔"

"چھوڑو، تمہیں کیا سر کی قسمت اچھی ہوئی تو بچ جائیں گے ورنہ ان کی قسمت ہے۔" مینا نے جیسے بات ختم کی۔

☼ ☼ ☼

"آپی! مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے آپ بھی چلو، میرے ساتھ ذرا آؤٹنگ ہو جائے گی۔" نوریہ نے حوریہ کو گم صم لیٹے دیکھ کر کہا تو اس نے انکار کردیا لیکن وہ نوریہ ہی کیا جو مان جائے سو حوریہ کو تیار ہونا پڑا۔

"وہ لوگ کاسمیٹکس کی شاپنگ کرکے گلاس ڈور سے نکل ہی رہی تھیں۔

جب سامنے سے آتے زاویار سے ٹکراتے بچیں۔ جبکہ وہ سن گلاسز اتار کر خوشگوار حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ حوریہ نے سٹپٹا کر نوریہ کو دیکھا تو اس نے زاویار کو سر سے پیر تک گھور کر دیکھا اور بولی۔

"راستہ دیجیے پلیز۔" وہ اب بھی اسی پوز میں کھڑا تھا۔

"ارے کیسی ہیں آپ؟ مجھے لگتا ہے آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔" اس کی بات ان سنی کرکے اس نے نہایت جوش و خروش سے پوچھا تو نوریہ نے ایک دفعہ پھر اسے غور سے دیکھا اب کے اس کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی چمک ابھری۔

"آپ سر جی کے وہ والے دوست ہیں ناں!" اس نے انگلی سے خلاؤں میں اشارہ کیا جبکہ زاویار نے سر زور زور سے اثبات میں ہلایا۔

"یہ آپ کی سسٹر ہیں۔ آئیے کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" زاویار کو آخر خیال آہی گیا کہ وہ راستے میں کھڑا ہے۔

"ہم لوگوں کو جلدی ہے۔ آپ شاید کچھ لینے آئے ہیں۔ اچھا اللہ حافظ۔" تیز تیز کہتی حوریہ کا بازو پکڑ کر وہ چل پڑی۔

حوریہ، نوریہ سے واپس پلٹتی اس کی نظر وہیں ساکت ہو گئی تھی منظر ہی کچھ ایسا تھا۔ زاویار کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا حیرت سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا سامنے والے ریسٹورنٹ سے ونیزہ ایک ہپی ٹائپ لڑکے کے ساتھ باہر نکل رہی تھی۔ ہاں وہ بلاشبہ ونیزہ ہی تھی۔ اور وہ لڑکا اسے بھی تو زاویار جانتا تھا۔ ہائی سوسائٹی کا بگڑا ہوا پوت۔ زاویار کی ہونق شکل نے حوریہ، نوریہ کو بھی وہیں رکنے پہ مجبور کردیا۔ نوریہ نے یہ منظر دیکھا اور پھر پلٹ کر زاویار کو دیکھا جواب بھی اسی کیفیت میں تھا۔

"آپ کے لیے یہ نئی بات ہو گی لیکن ہم عادی ہیں۔" وہ مسکراتی ہوئی کہہ کر چلتی بنی جبکہ زاویار جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

پرفیوم خریدنے کا ارادہ ترک کرکے وہ واپس اپنی کرولا کی طرف بڑھا اور انتہائی تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے اسفند کے گھر جا پہنچا۔ اس کا دماغ واقعی ماؤف ہو گیا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ اسفند جیسا بندہ بھی ایسی لڑکی کی چال میں آسکتا ہے جبکہ اسفند کہا کرتا تھا کہ وہ دور سے کسی بھی عورت کی چال دیکھ کر اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ کس کردار کی مالک ہے۔

دروازہ اسفند نے ہی کھولا تھا وہ آہستگی سے چلتا ہوا کمرے میں آیا اور بیڈ پر دراز ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اسفند چائے کے دو کپ اٹھائے اندر آیا تو وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"میں تجھے ہی یاد کر رہا تھا۔ اچھا ہوا جو آگیا ورنہ اکیلے چائے پینے کا کیا مزہ آتا۔" اپنی دھن میں بولتا اسفند اس کی غیر معمولی خاموشی کو محسوس کر گیا۔

"کیا بات ہے شکل شریف پر بارہ کے بجائے تیرہ کیوں بجے ہوئے ہیں؟"

"تمہاری خانم کہاں ہیں؟" اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے زاویار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"پڑوس میں گئی ہیں۔ تیری محبوبہ کے گھر۔" اسفند نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو وہ بولا۔

"یار اسفند! تم اپنے والدین کو منع کرو ونیزہ کے رشتے سے۔ ورنہ بہت پچھتاؤ گے۔" بہت سوچ سوچ کر بولتا زاویار اسفند کو الجھن میں مبتلا کر گیا۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟" اس نے پوچھا تو زاویار نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"آج جو کچھ میں دیکھ کر آیا ہوں ناں وہ تو دیکھ لیتا تو سو دفعہ اپنی اس محبت پہ لعنت بھیج کر بھاگ چکا ہوتا۔ یا کم از کم اپنی محبت کا مقبرہ ضرور تعمیر کر چکا ہوتا۔"

"یہ تو کیا پہیلیاں بجھوا رہا ہے؟" اسفند نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا میری باتیں تجھے پہیلیاں لگتی ہیں۔ تو جاؤ جا کر اپنی حسین و جمیل پڑوسنوں سے پوچھو۔ دونوں نے میرے ساتھ وہ تماشہ دیکھا ا، تجھے پتہ ہے میرے پاس چلو بھر پانی نہ تھا کہ مارے شرمندگی کے اس میں ڈوب مرتا۔" زاویار

نے کہا۔
"میں لا دیتا ہوں تجھے چلو بھر پانی لیکن پہلے تو وعدہ کر کہ تو نے مرنا ضرور ہے۔ فلرٹ نہیں کرنا۔" اسفند نے اٹھتے ہوئے کہا تو زاویار نے اس کا ہاتھ فوراً پکڑ لیا اور بولا۔
"فلرٹ تو تجھ سے وہ کر رہی ہے، وہ تیری ونی آج وہ شیراز کے ساتھ تھی۔ بقول نوریہ کے ہم تو عادی ہو گئے ہیں ایسے تماشوں کے۔" اس نے بتایا۔
"کون شیراز؟" اسفند نے بھنویں اچکائیں۔
"وہی واحد انڈسٹریز کا اکلوتا وارث۔ وہ جواری، شرابی جسے خراب کیریکٹر کی وجہ سے یونیورسٹی سے آؤٹ کر دیا گیا تھا۔"
"یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے، میری نظر دھوکا نہیں کھا سکتی۔" وہ پریشان ہوا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔
"تیری نظر دھوکا کھا چکی ہے۔ اب بھی وقت ہے واپس آجا۔" زاویار نے کہا تو اسفند نے نفی میں سر ہلایا۔
"بس اب اور ایک لفظ بھی نہیں۔ وہ ونیزہ نہیں تھی وہ ہو ہی نہیں سکتی۔" اسفند نے بے یقینی سے کہا تو زاویار نے اسے گھور کر دیکھا۔
"مجھے کوئی دشمنی نہیں ہے تیرے ساتھ، جو میں فضول بکواس جھاڑوں گا۔ ٹھیک ہے۔ جب تجھے عقل آگئی تو میری طرف آنا۔ اب میں بھی تیرے کسی معاملے میں نہیں بولوں گا۔" ناراضی سے کہتا وہ چل پڑا اسفند نے اسے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

☼ ☼ ☼

آغا جی نہایت غصے کے عالم میں کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے، خانم کرسی پہ بیٹھی اپنے آنسو صاف کر رہی تھیں جبکہ اسفند بیڈ پہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اور گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو بغور دیکھ رہا تھا۔
"اتنی بے عزتی، اتنی ذلت بھئی "نا" ہی کرنی تھی تو کر دیتے لیکن یہ بات بات پہ ہمارے پٹھان ہونے کے حوالے دینا اور پھر پٹھانوں کے بارے میں اپنی قیمتی رائے دینا کہاں کا انصاف ہے۔" آغا جی دھیمی آواز لیکن رعب دار لہجے میں بولے۔
غصے سے ان کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔
"تم یہ ہی چاہتے تھے کہ یہاں بے عزت کروا دو ہمیں۔ تم نے ہمیں ہماری نظر میں گرا دیا۔ ہمارے پٹھان ہونے کو وہ لوگ گالی کہتے رہے۔" وہ اس پر برستے رہے لیکن وہ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر وہ خانم سے بولے۔
"تم تیار ہو جاؤ۔ ہم ابھی اور اسی وقت واپس جا رہے ہیں۔"
"لیکن آغا جی! میں کچھ دن اسفند کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ ان لوگوں نے جو کیا سو کیا اس میں میرے بچے کا کیا قصور۔" انہوں نے دھیمی آواز میں احتجاج کیا تو وہ بولے۔
"یہ اس لڑکی سے روز ملتا تھا، اس سے اتنا نہ ہو سکا کہ اس کی رائے ہی لے لیتا۔ اس لڑکی نے منہ پھاڑ کر خود انکار کیا کہ مجھے تو ان دقیانوسی پٹھانوں میں شادی نہیں کرنی۔ یہ لوگ تو جانوروں سے بدتر سلوک کرتے ہیں عورتوں سے۔" آغا جی کے کہنے پر اس نے تڑپ کر سر اٹھایا۔ بے تحاشا سرخ آنکھیں لیے وہ بولا۔
"میں وہاں پڑھانے جاتا تھا ایک استاد کی حیثیت سے۔ کیا اچھا لگتا میں وہاں ایسی باتیں کرتا اور ویسے بھی میں نے آپ لوگوں کی آمد کے بارے میں اسے بتایا تھا، اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بس مسکرا دی تھی۔" اس نے دوبارہ سر جھکا لیا۔
آغا جی نے ایک نظر خانم پہ ڈالی اور انہیں باہر آنے کا اشارہ کیا اور خود بھی باہر نکل گئے۔
وہ مسلسل ہاتھوں کی لکیروں پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔ گڈمڈ ہوتی دھندلاتی لکیریں، اچانک اسے لگا وہ رو رہا ہے۔ اس نے آنسو پونچھنے کی کوشش کی لیکن وہاں کوئی آنسو نہ تھا۔ بس نظریں نجانے کیوں دھندلا رہی تھیں۔
"میرے جذبات تو بہت سچے تھے۔ دیوانگی کی حدوں تک چاہا تھا میں نے تمہیں ونیزہ ان دو سالوں میں۔ یہ تم نے کیا کیا، کیوں کیا تم نے ایسا۔ میں تم سے ضرور پوچھوں گا۔ تمہیں اپنی بے قراریوں کی داستان سناؤں گا پھر تمہیں یقین آئے گا میری محبتوں کا۔" سوچیں گڈمڈ ہونے لگیں تب ہی اسے اپنے کندھے پہ ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔ سر اٹھا کر دیکھا تو خانم مشفق چہرہ لیے کھڑی نظر آئیں پھر وہ اس کے پاس بیٹھ گئیں تو اس نے بھی ان کی گود میں سر رکھ دیا۔
"بچے! ونیزہ کی امی کہتی تھیں کہ میری بیٹی کبھی بھی تمہارے بیٹے کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتی ہے کہ ایک ایسا بندہ جس کو اس کے باپ نے کان سے پکڑ کر گھر سے نکال باہر کیا ہو کہ اپنا کماؤ اور پڑھو، وہ بھلا مجھے کیسے زندگی کی آسائشیں دے سکتا ہے اور پھر باپ اگر آج اپنے

بیٹے کے ساتھ ایسا کر سکتا ہے تو کل کلاں بہو کے ساتھ بھی ایسا کر سکتا ہے۔" اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے وہ اسے حقیقت سے آگاہ کرنے لگیں جبکہ اس نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

"ونیزہ کے خیال میں تم کو اسٹیبلش ہونے میں۔ نجانے کتنا وقت لگے اور پھر پٹھان بہت سخت ہوتے ہیں' نجانے وہ کیوں اتنی غلط فہمیوں کا شکار ہے پٹھانوں کے بارے میں لیکن بیٹا! یہ ہماری بے عزتی ہے۔ تم جانتے ہو تمہارے آغاجی نے پڑھے لکھے ہونے کا ثبوت دیا اور تمہاری پسند کو اہمیت دی پھر اگر وہ تم پہ تھوڑی بہت سختی کرتے ہیں تو صرف تمہارے بھلے کے لیے اور یہ کام تو سب والدین کرتے ہیں۔ صرف پٹھانوں پہ ٹھپہ لگا دینا کہ پٹھان تو ہوتے ہی ایسے ہیں' اچھی بات تو نہیں۔" انہوں نے پیار سے جھک کر اس کا چہرہ چوما اور بولیں۔

"بھول جاؤ اسے' تمہارے لیے تمہارے جیسی لڑکی لاؤں گی' حوروں کی شہزادی۔ تم داد دو گے میری پسند کو۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے اس غم سے باہر نکالنے کی کوشش کی لیکن اس کے ذہن میں تو ایک ہی بات تھی کہ اسے خود ونیزہ سے بات کرنی ہے۔ ونیزہ کا سیل نمبر اس کے پاس تھا۔ بس اتفاقیہ ہی مل گیا تھا۔ وہ پریکٹیکل کاپی چیک کر رہا تھا جس پر ونیزہ کے نام کے ساتھ اس کا سیل نمبر بھی لکھا تھا اور یہ کاپی اس کی دوست کی تھی۔

"آغاجی کہاں ہیں؟" اس نے بیٹھتے ہوئے پوچھا تو خانم بولیں۔

"وہ واپس چلے گئے اور مجھے کچھ دن کے لیے تمہارے پاس چھوڑ گئے ہیں۔ اب تم اپنا موڈ ٹھیک کرلو' میں تمہارے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں۔" انہوں نے اٹھتے ہوئے اس سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں وہ بیڈ پہ دراز ہو گیا اور اپنا موبائل فون نکال کر اس میں سے ونیزہ کا نمبر ملایا۔ دوسری بیل پر ہی فون ریسیو کر لیا گیا۔

"السلام علیکم۔" ونیزہ بولی تو اس نے پہچان لیا۔

"ونیزہ! میں اسفند یار بول رہا ہوں۔ تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ کہاں ملو گی؟" بہت آہستگی سے اس نے پوچھا جس پر تھوڑی دیر کے لیے دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں مجھ سے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"یہ تو میں ملنے پہ ہی بتا سکتا ہوں۔" اسفند نے کہا تو وہ بولی۔

"ٹھیک ہے' شام چار بجے چائنز میں۔" اسفند نے سیل آف کر کے سائیڈ پہ اچھالا اور ٹائم دیکھا۔ تین بج چکے تھے۔

خانم کافی لے کر اندر آئیں تو وہ اٹھ بیٹھا۔ کافی پیتے ہوئے بھی وہ مسلسل اپنے ذہن میں وہ جملے ترتیب دے رہا تھا جو اسے ونیزہ سے کہنے تھے۔ تقریباً پونے چار بجے وہ گھر سے نکل آیا اور بائیک کا رخ چائنز کی طرف موڑ دیا۔

اندر داخل ہو کر اس نے نسبتاً کونے والی میز کا انتخاب کیا اور بیٹھ کر دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔ کبھی گھڑی اور کبھی دروازے کو دیکھتے اس نے پندرہ منٹ گزارے پھر ونیزہ کو گلاس ڈور کھول کر اندر آتے دیکھ کر اطمینان بھرا سانس لیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور اس پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پہ وہی دلفریب مسکراہٹ رقصاں تھی جسے دیکھ کر اسفند کا دل جل اٹھا۔ وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ذرا جلدی بات کریں' مجھے کہیں جانا ہے۔" نہ سلام نہ دعا وہ کس قدر غیریت برت رہی تھی۔

"تم نے انکار کیوں کیا؟" اسفند نے بھی بغیر لگی لپٹی رکھے سیدھے سیدھے بات شروع کی۔

"وجہ آپ کے والدین نے آپ کو بتائی ہوگی۔ میں نے آپ کے بارے میں ایسا کچھ نہیں سوچا اور پھر یہ شادی... نووے۔" اس نے نخوت سے سر جھٹکا تو اسفند کے خون نے جوش مارا۔

"کیا کمی تھی مجھ میں یا میری فیملی میں جو تم نے ایسا کیا۔ میں تو تم سے محبت کرتا تھا اور تم...." وہ جوش سے بول رہا تھا' اس نے اس کی بات کاٹی اور ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"آپ کرتے ہوں گے محبت لیکن ہمارے درمیان کبھی ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔" لہجے میں حقارت تھی' اسفند نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"میں دیوانوں جیسا حال بنا کر تمہارے پیچھے چلتا' یا چھچھورے پن سے تم سے اظہار محبت کرتا تو تم کو یقین آتا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ لڑکیاں اس معاملے میں اظہار کی قائل نہیں ہوتیں۔ اگر تم انجان تھیں تو میرے آگے پیچھے کیوں پھرا کرتی تھیں۔ کبھی کسی بہانے' کبھی کسی بہانے۔ مجھے دیکھ کر یوں مسکراہٹ کیوں آجاتی تھی تمہارے چہرے پر۔" اسفند نے کہا تو وہ استہزائیہ ہنسی۔

"اس خوش فہمی کا کوئی علاج نہیں سر جی! میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ تماشا تو میں آپ کی وجہ سے بن گئی پوری کلاس میں۔ دو سال میں نے جیسے گزارے ہیں کالج میں' میں جانتی ہوں۔ سب لڑکیاں معنی خیز نظروں سے دیکھتی تھیں۔ آپ کے حوالے سے میرا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ مجھے دیکھ کر لڑکیاں ہنستی تھیں۔" طنزیہ کہتی وہ نخوت سے سر جھٹک گئی۔

"اب تم یہ بھی کہو کہ میں نے تمہیں اپنے والدین کی آمد کے بارے میں بھی نہیں بتایا تھا۔ اگر تمہیں اعتراض تھا تو تم وہیں انکار کرتیں۔ میرے والدین کو بلا کر ذلیل کر کے تمہاری کون سی حس کو تسکین ملی۔" کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگا تھا۔ بہت ضبط سے دھیمے لہجے میں بولتا وہ سرخ ہو گیا۔ ونیزہ کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ تھا۔

بیل بجنے کی آواز پہ اسفند نے ونیزہ پر سے نظر ہٹائی۔ سامنے شیراز کھڑا اپنے بتیس دانتوں کی نمائش کر رہا تھا اس نے بیٹھنے کی اجازت طلب کی تو اسفند نے سر ہلایا۔ تب ہی اس کی نظر ونیزہ پہ پڑی جو زرد ہو چکی تھی۔

"اگر کوئی اہم بات ہو رہی تھی تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ بس تمہیں دیکھ کر رہا ہی نہیں گیا۔ سویٹ ہارٹ۔" والہانہ انداز میں کہتا وہ اپنی بے باک نظریں ونیزہ پہ گاڑ کر بولا تو اسفند ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ونیزہ کو تمہارا ہی انتظار تھا۔" ایک ایک لفظ پر زور دیتا وہ وہاں سے تیز تیز قدموں سے باہر نکل آیا اور بائیک اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔

اپنی منزل سے بے خبر اس کے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے۔ [illegible] متاع جاں جانا اس نے تو وہ کیا جو کوئی کسی جانی دشمن سے بھی نہ کرتا ہوگا۔ اس کا دل چیخ چیخ کر رونے کو چاہ رہا تھا پھر واپس جا کر ونیزہ اور شیراز کا گلا دبانے کا جنہیں وہ [illegible] سے چھوڑ آیا تھا۔

اس نے بائیک ایک پارک کے قریب روکی۔ اکا دکا لوگ ہی پارک میں موجود تھے۔ وہ چلتا ہوا ایک ویران گوشے میں بچھے بنچ پر بیٹھ گیا اور سر پیچھے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

"میں نے اس لڑکی کو کیا سمجھا اور یہ کیا نکلی۔ میں کیا کروں گا اس دل کا جو نجانے سنبھلے گا بھی یا نہیں۔ یہ غم تو میری جان لے کر ٹلے گا۔" آنسو آنکھوں کے کناروں سے نکل کر کالر میں جذب ہو رہے تھے۔

"اس کے لیے میں نے اپنے بہت ہی پیارے دوست کو ناراض کر دیا۔ اسے جھوٹا بنا دیا۔ کتنے دن ہو گئے زاویار سے بات کیے ہوئے۔" وہ سیدھا ہو بیٹھا اور سر دونوں ہتھیلیوں پہ گرا لیا۔

دل چیخ چیخ کر دہائیاں دے رہا تھا۔ رگ رگ کو چھیلتا یہ دکھ اسے تڑپا رہا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھا تو شام کا اندھیرا رات میں بدل رہا تھا۔ شکستہ قدموں سے پارک سے نکل کر وہ بائیک پہ بیٹھا اور گھر کی طرف بائیک کا رخ موڑ دیا کہ خانم پریشان ہوتیں۔

☼ ☼ ☼

وہ گھر میں داخل ہوا تو خلاف معمول دروازہ کھلا ہوا ملا۔ وہ آگے آیا تو کمرے سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔ اندر جانے کے بجائے وہ باہر پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا اور ٹانگیں میز پر رکھ کر پشت پیچھے ٹکائی۔ ذہن و دل میں بپا اس طوفان سے نمٹنے اور اس درد کو دل کے اندر ہی کہیں دفن کرنے کے لیے کچھ وقت تو چاہیے تھا۔

اور اس وقت وہ خانم کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا' تب ہی اندر سے آتی آوازوں کو غنیمت سمجھا۔

"حوریہ! بچے تمہاری منگنی ہو گئی ہے؟" آواز خانم کی تھی۔

"نہیں آنٹی! منگنی نہیں' نکاح ہوا تھا۔ اب ختم ہو چکا ہے۔" دھیما سا لہجہ سماعتوں کو بہت بھلا لگا تھا۔ وہ بے دھیانی میں سنے گیا۔

"اوہ.... کیسے ہوا یہ سب؟" خانم نے افسوس بھرے لہجے میں کہا تو حوریہ نے گہرا سانس باہر نکالا۔

"چار سال پہلے میرا نکاح اپنے تایا زاد سے ہوا تھا ہم دونوں کی رضامندی سے پھر وہ امریکہ چلا گیا شادی سے دو دن پہلے اس نے آنے سے معذرت کر لی۔ مجھے طلاق نامہ بھجوا دیا کیونکہ اسے وہاں کوئی امریکن لڑکی پسند آگئی تھی۔" دھیرے دھیرے کہتی وہ سسکی لے کر چپ ہو گئی۔

"میں نے تمہارے زخموں کو چھیڑ دیا۔" خانم افسردگی سے بولیں۔ "لیکن کوئی لڑکی تم سے زیادہ بھی خوبصورت ہو سکتی ہے جو اس لڑکے نے ایسا کیا۔"

"آنٹی! یہ کہاں لکھا ہے کہ جو لوگ بہت خوبصورت

ہوں‘ ان کے نصیب بھی اتنے ہی خوبصورت ہوتے ہیں۔ خوبصورتی کوئی معیار تو نہیں کسی کو پسند کرنے کا۔" وہ ذرا اونچی آواز میں بولی تھی۔

"قسمت کی ستم ظریفی ہے یہ۔" خانم نے کہا۔ اسفند کو لگا‘ وہ ابھی رو دیں گی۔

"آنٹی! میری امی کہتی ہیں۔ ہر انسان کو اپنے نصیب کا ملتا ہے‘ وہ لڑکی ہی عادل کے نصیب میں تھی تو میری جگہ کیسے بن سکتی تھی۔ اب نصیب کے ساتھ ‘تقدیر کے ساتھ زور زبردستی تو نہیں کی جا سکتی۔" وہ ہولے سے ہنسی۔ اس ہنسی میں بھی ہزاروں دکھ پنہاں تھے۔

"تمہاری امی ٹھیک کہتی ہیں اور یہ ان کی عقل مندی تھی جس نے تمہیں بکھرنے سے بچالیا۔" خانم نے کہا تو اس نے اثبات میں سرہلایا۔

"امی کی بات تھوڑی دیر سے ہی سہی لیکن سمجھ میں آگئی۔ کبھی ہم بہت شدت سے کسی چیز کی آرزو کرتے ہیں‘ تمنا کرتے ہیں لیکن وہ ہمیں نہیں ملتی۔ ہم لاکھ دعائیں کریں‘ سر پٹکیں لیکن وہ ہمیں نہیں ملتی کیونکہ وہ ہمارا نصیب ہی نہیں۔ اب سمجھ میں آیا کہ یقیناً وہ چیز ہمارے لیے بہتر نہیں ہوتی‘ اسی لیے نہیں ملتی اور ویسے بھی اس طرح کے نقصان کے بعد کوئی ایک کندھا ہونا چاہیے جو آپ کو سمیٹ لے‘ ورنہ کرچیاں کون سمیٹ سکتا ہے۔"

"اتنی سی عمر میں اتنا گہرا کیسے سوچ لیتی ہو۔" خانم متاثر ہوئیں۔

"آنٹی! یہ جو دکھ ہوتے ہیں نا‘ یہ بہت سی تبدیلیاں لے کر آتے ہیں اور یہ تبدیلیاں ہمیں گہرائی میں اتارتی ہیں۔"

"کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ہم اپنی سوچوں سے نکال دیں تو زندگی بہت بہتر‘ بہت اچھی گزر سکتی ہے‘ یہ کام مشکل ضرور ہے ناممکن ہرگز نہیں۔

"میں بھی کیا باتیں لے بیٹھی۔ آپ یہ بریانی ٹیسٹ کیجیے گا۔" اسفند اٹھا اور اندر کی طرف قدم بڑھادیے۔

ایک قدم اندر اور ایک باہر تھا‘ جب اس کی نظر سامنے بیٹھی اس دلکش لڑکی پر پڑی۔ وہ لڑکی بھی اسے دیکھ کر چپ ہوگئی تھی۔ البتہ سکتے کی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی۔ اس چاندنی رات کا منظر دونوں کی نظروں میں گھوم گیا۔ حوریہ نے نظر جھکالی لیکن ایک نظر ہی دل کی دنیا اتھل پتھل کردینے کے لیے کافی تھی۔

"مجھے کوئی حق نہیں کہ میں اس شخص کا خواب دیکھوں۔" اس چاندنی رات کے بعد سے اب تک یہ نگاہوں کے آگے سے ہٹتا ہی نہیں تھا۔ وہ اسے بار بار وہم سمجھتے ہوئے جھٹکنے کی کوشش کرتی لیکن وہ پھر سامنے براجمان ہوتا اور اب تو وہ حقیقت بن کر سامنے تھا۔

"حوریہ! یہ میرا بیٹا ہے اسفندیار اور اسفی‘ یہ تمہاری شاگرد نوریہ کی بہن ہے‘ حوریہ۔" خانم نے مسکراتے ہوئے تعارف کروایا تو اس نے سر کو ہلکا سا ہلایا اور جبراً مسکراہٹ ہونٹوں پر لے آیا۔

"نوری آپ کا بہت ذکر کرتی ہے۔" اب کے وہ ا... سے بولی تو وہ ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد خانم کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں زاویار کی طرف جا رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے رات کو دیر ہوجائے۔ آپ پریشان مت ہوئیے گا۔" ... سے کہتا وہ باہر نکل گیا۔ بائیک اسٹارٹ کرکے وہ سڑک پر آگیا۔ زاویار کے گھر جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ سو بے مقصد سڑکوں پر بائیک دوڑاتا رہا۔

خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ دل جیسے دکھ کی گہری دلدل میں ڈوب رہا تھا۔

"جتنا میرا دل ٹوٹا اور کرچی کرچی بکھرا‘ ایسا تو شاید ہی کوئی بکھرا ہو۔" بے حد دکھ سے اس نے سوچا۔

"یہ دنیا تو دکھوں کا گھر ہے۔ ابھی اپنی آنکھوں سے اس طرح کرچی کرچی بکھری لڑکی دیکھ کر آئے ہو پھر بھی خود کو سب سے زیادہ مظلوم سمجھتے ہو۔" دماغ نے سوال اٹھایا تو دل تڑپ اٹھا۔ "نہیں‘ میرے جتنی دکھی نہیں ہوگی وہ۔" ... نے نفی میں سرہلایا۔

"تم سے زیادہ ہے وہ‘ اس کے لفظ‘ لفظ سے ٹپکتی بے بسی تمہیں محسوس نہیں ہوئی۔ تم تو مرد ہو کر حوصلہ ہار رہے ہو۔ وہ تو پھر لڑکی ہے۔ ایک ناتواں لڑکی۔" دل... دلیل دی۔ بائیک ایک جگہ روک کر وہ فٹ پاتھ پر بیٹھا تھا۔

"کیا یہ بات درست نہیں کہ ونیزہ کو زندگی سے نکال کر تم بہت بہتر‘ بہت اچھی زندگی گزار سکتے ہو۔ یہ کام مشکل ضرور ہے‘ ناممکن ہرگز نہیں۔"

تھوڑی دیر پہلے حوریہ کے بولے گئے جملے جب اس کے دماغ نے دہرائے تو وہ بے اختیار ہاتھوں پہ سر گرا گیا۔

☼ ☼ ☼

"اسفند! تم نے حوریہ کو تو دیکھا ہے نا!" خانم نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پیار سے سوال کیا تو ... مڑ کر خانم کو حیرت سے دیکھا۔

... کمپیوٹر پہ بیٹھا کوئی کام کر رہا تھا‘ جواب دینے کے ... دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ خانم اب کے ... گئیں اور بیٹے کی چوڑی پشت اور خوشنما سر پر نظر ... مضبوط لہجے میں بولیں۔

"تمہارے آغا جی اور میں نے تمہارے لیے حوریہ کو ... ہے۔ اگلے ہفتے ہم بات پکی کرنے جا رہے ہیں بلکہ ... کے ہی لوٹیں گے۔" ان کی بات پہ اس نے ان کی ... رخ موڑا اور سنجیدگی سے بولا۔

"میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے اپنا فیوچر بنانا ہے ... نہیں گے۔"

"تمہارا ایم سی ایس بھی مکمل ہوگیا ہے۔ اب تم فارغ ... اور پھر کس چیز کی کمی ہے تمہیں اور کتنی دیر لگے گی اس ... میں۔ میں نے تمہارے آغا جی کا پیغام پہنچا دیا ہے‘ یہ ... حکم ہے اور تمہارے انکار سے وہ کتنے غصے ہوں گے‘ ... سوچا ہے تم نے۔"

"لیکن خانم....." اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن خانم نے ... اٹھا کر اسے روک دیا اور بولیں۔

"کوئی لیکن نہیں‘ وہ لڑکی بہت اچھی ہے‘ بہت وسیع ... کی مالک۔ ہم لوگ رشتے کی بات کر آئے ہیں‘ اب کوئی ... نہیں۔" خانم نے کہا تو اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"آپ لوگ رشتے کی بات بھی کر آئے اور مجھے بتانا بھی ... ضروری نہیں سمجھا!" اس نے کہا تو خانم اٹھ کر اس کے ... آگئیں۔

"تمہیں ضرورت ہے ایک عدد بیوی کی جو تمہارے ... دکھ‘ سارے غم بانٹ لے۔ اس حویلی کو اب ایک پیاری سی بہو کی ضرورت ہے اور ہمیں پوتے پوتیوں ...۔" اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لے کر وہ ... راتے ہوئے بولیں تو وہ کچھ بھی نہ بول سکا۔ بس انہیں ... رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

آج کافی عرصے بعد وہ زاویار سے ملنے آیا تھا۔ ایم سی ... مکمل ہونے کے بعد اس نے اپنے والد کا آفس جوائن ... تھا کیونکہ یہ ان کی خواہش تھی۔ جب سے ونیزہ کے ... میں زاویار ناراض ہوا تھا دوبارہ دونوں میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی لیکن اب پورے تین ماہ بعد وہ اسے منانے اس کے آفس آیا تھا۔

جب اسفند کافی دیر انتظار کے بعد اس کے سامنے گیا تو وہ فون سنتے سنتے ساکت ہوگیا۔ جلدی سے فون پہ معذرت کرکے وہ اٹھا اور دوڑ کر اس کے سینے سے آلگا۔

"اتنی دیر لگادی تم نے۔ میں تو کب سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔" زاویار نے شکوہ کیا تو وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیا۔

"تم ٹھیک تھے اور میں غلط‘ یہی بات مجھے روکے ہوئے تھی کہ میں نے غلط ہوتے ہوئے بھی تمہیں غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو زاویار نے اس کی کمر میں حسب معمول دھموکا جڑ دیا۔

"میرا یار ہو کر بھی ایسی باتیں کر رہا ہے۔ بیٹھ‘ کیا لے گا۔"

"کچھ نہیں۔ تم چلو میرے ساتھ کسی اچھے سے ہوٹل میں چلتے ہیں۔" اسفند نے کہا تو زاویار اٹھا اور گاڑی کی چابی اٹھالی۔

"گاڑی ہے میرے پاس‘ سیدھا پشاور سے آرہا ہوں‘ چلو۔" اور وہ دونوں چل پڑے۔ ہوٹل میں پہنچ کر وہ بہت الگ گوشے میں بیٹھ گئے۔

"عقل آگئی تجھے۔" زاویار نے آگے کو جھکتے ہوئے سرگوشی کی تو اسفند نے اسے گھوری دی۔

"ہاں آگئی لیکن صرف عقل آئی ہے۔ میں پوری طرح سنبھلا نہیں اور آغا جی اور خانم میری شادی کرنا چاہتے ہیں۔" آرڈر دینے کے بعد وہ زاویار کی طرف متوجہ ہوا۔

"اچھی بات ہے نا‘ آنے والی تجھے سنبھال لے گی۔ تو کیوں فکر کرتا ہے۔" زاویار نے بے فکری سے کہا تو اسفند نے نفی میں سرہلایا۔

"لیکن میں ذہنی طور پر تیار نہیں۔ ابھی تو دل کے زخم ہرے ہیں۔ تم تو جانتے ہو نا۔ پلیز تم بات کرو آغا جی سے۔"

"یہ دیکھو۔" زاویار نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے پھر بولا۔ "میں اب کی بار جاؤں گا تو واپسی کے چانسز صفر ہیں۔ تمہارے آغا جی نے مجھے پھانسی چڑھوا دینا ہے کہ یہ ہر دفعہ ہمارے فیصلوں میں ٹانگ اڑانے آجاتا ہے۔" اس نے قطعی انداز میں کہا تو اسفند نے افسردگی سے اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے‘ تم بھی خودغرض بن جاؤ۔" اس کی بات

سن کر زاویار کو جھٹکا لگا۔

"تم جو سمجھو لیکن میں اس معاملے میں تمہارے والدین کا ہم خیال ہوں۔ ویسے وہ کون ہے؟" اس نے پوچھا تو اسفند بولا۔

"حوریہ۔"

"کون حوریہ۔" زاویار نے اچنبھے سے پوچھا۔

"نوریہ کی بہن۔"

"ویسے تو مجھے تمہاری خوش بختی پر کوئی شک نہیں لیکن اب یقین اور پختہ ہو گیا ہے۔ میں ملا ہوں اس سے۔ اچھی لڑکی ہے۔ ویسے جوڑی کمال کی ہے۔" زاویار نے متاثر ہونے والے انداز میں کہا پھر بولا۔

"ویسے شرافت یہ ہی ہے کہ تو خاموشی سے وہ کر جو تیرے والدین چاہتے ہیں۔" اسفند نے کوئی جواب نہ دیا' بس کافی کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

☼ ☼ ☼

نوریہ کو جب سے پتہ چلا تھا کہ اسفند کا پروپوزل حوریہ کے لیے آیا ہے' وہ بے چین ہو گئی تھی۔ سر اسفند کے ونیزہ کے ساتھ تعلق کے بارے میں جاننے کے بعد اس کے لیے یہ اچنبھے کی بات تھی۔

بے شک اسے معلوم تھا کہ ونیزہ انکار کر چکی ہے لیکن پھر بھی ایک عجیب سا خوف دل میں اپنی جڑیں مضبوط کر رہا تھا۔ اسے حوریہ کی خوشیاں بہت عزیز تھیں کہ حوریہ نے پہلے ہی بہت بڑی اذیت سہی تھی۔ اسے یاد آیا جن دنوں سر اسفند کالج آئے تھے' انہیں دنوں ایک کلاس فیلو نے بتایا تھا کہ اس کا بھائی بھی سر اسفند کی کلاس میں پڑھتا ہے۔ یہی سوچ اس پر ایک نیا خیال وا کر گئی۔

اس نے اس کلاس فیلو سے زاویار کے بارے میں پتہ کروایا اور خوش قسمتی سے اس کا بھائی اس بارے میں جانتا تھا' اس طرح وہ زاویار کے بہت ہی خوبصورت انداز میں سجے آفس جا پہنچی اور وہ..... وہ تو اسے دیکھ کر ساکت ہو گیا تھا۔

اور اس کی محویت پہ نوریہ کو اپنا سارا اعتماد رخصت ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے کھنکھار کر گلا صاف کیا تو زاویار جیسے ہوش میں آگیا۔

"آپ....." وہ اٹھتے ہوئے حیرت سے بولا۔

"جی ہیں' میں آپ سے بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں۔" چہرے پہ سنجیدگی طاری کر کے وہ بولی تو زاویار نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"بیٹھیے نا۔ کیا کھڑے کھڑے بات کرنی ہے۔ مجھے حیرت ہو رہی ہے اور حیرت سے زیادہ خوشی کہ آپ نے میرے آفس کو اس قابل سمجھا کہ یہاں آئیں۔" مارے خوشی کے وہ اونگی بونگی مار رہا تھا۔

وہ بیٹھ گئی اور بمشکل تھوک نگلا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیسے بات شروع کرے اور زاویار بڑی محویت سے اس کے چہرے پہ پھیلی دھنک کو دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ تک بہت مشکل سے پہنچی ہوں لیکن یہ کسی کی زندگی کا سوال ہے۔ میں جانتی ہوں' آپ کا وقت بہت قیمتی ہے لیکن اگر آپ کچھ وقت دیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔" سر جھکاتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"آپ کہیے' میں سن رہا ہوں۔" زاویار متانت سے بولا تو اس نے زاویار کی طرف دیکھا۔

"دراصل سر اسفند....." وہ اتنا کہہ کر دوبارہ سر جھکا گئی اور ہاتھ مسلنے لگی۔

زاویار کو اسفند کا نام سن کر حیرت تو بہت ہوئی لیکن وہ بولا کچھ نہیں۔

"میں آپ کو شروع سے ساری بات بتاتی ہوں۔ میری آپی حوریہ جن سے آپ اس دن مارکیٹ میں ملے تھے۔ ان کا نکاح ہمارے تایا زاد سے ہوا اور تقریباً" دو سال رہا' پھر رخصتی سے دو دن پہلے انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور بتایا کہ انہوں نے وہاں شادی کر لی ہے۔ ایک ایسی لڑکی کی اذیت اور دکھ کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں کہ جس نے دو سال ایک بندے کو جیون ساتھی کے روپ میں سوچا ہو پھر اسے بغیر کسی قصور کے دھتکار دیا جائے۔ اس لڑکی کے دل پہ کیا گزرتی ہے۔ یہ شاید آپ نہ جان سکیں لیکن ہم سب گھر والوں نے آپی کو پل پل بکھرتے دیکھا ہے۔ اب وہ بمشکل سنبھلی ہیں۔" وہ سانس لینے کو رکی۔

"کولڈ ڈرنک لیں۔" زاویار نے کہا تو اس نے بوتل اٹھالی۔

"ابھی کچھ دن پہلے سر اسفند کے والدین ہمارے گھر آئے رشتے کے لیے آئے۔ ان کا خاندان ایسا نہیں کہ آسانی سے نظر انداز کیا جا سکے اور نہ ہی سر ایسے ہیں کہ انہیں ریجیکٹ کیا جا سکے۔ میرے والدین کو بھی کوئی اعتراض نہیں' لہٰذا جلد ہی انہیں جواب دے دیا جائے گا۔ آپ

جان گئے ہوں گے کہ وہ جواب کیا ہوگا۔" نوریہ نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ریلیکس ہو کر بیٹھ گیا۔

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس میں ایسی کون سی بات تھی جو آپ کو مجھ تک لے آئی۔" پیپر ویٹ گھماتے ہوئے اس نے نوریہ کے چہرے کو نگاہوں کی گرفت میں لے کر کہا تو وہ بولی۔

"سر اسفند ونیزہ میں انٹرسٹڈ تھے اور اس کے گھر رشتہ بھجوایا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ کہانی ختم ہو گئی لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ سر اسفند ونیزہ کو بھول چکے یا بھول جائیں گے۔ میری آپی پہلے ہی بہت دکھ اٹھا چکی ہیں۔ اب ایک ایسے انسان کی رفاقت میں کیا خوش رہ سکیں گی جو اندر سے کسی اور کا ہو۔ یہ زیادتی ہوگی نا میری آپی کے ساتھ۔ سر اسفند بہت اچھے انسان ہیں لیکن....." وہ سانس لینے کو رکی تو زاویار نے کہا۔

"پہلی بات تو یہ کہ اسفند' ونیزہ کے رویے سے دل برداشتہ ہے۔ وقتی طور پر ہرٹ ہے' وقت کے ساتھ یہ زخم مندمل ہو جائے گا۔ ایک بے وفا کو وہ آخر کب تک یاد رکھے گا اور جہاں تک آپ کی آپی کی خوشیوں کی بات ہے تو یقین کریں وہ بہت خوش قسمت ہیں' جنہیں اسفند جیسے انسان کی رفاقت نصیب ہو رہی ہے۔ بہت کم عرصہ ہوا ہے ہماری دوستی کو' شاید تین سال اور اتنے عرصے میں جتنا میں اسے جان گیا ہوں' اس بنا پر میں یہی کہوں گا کہ اسفند اپنی ذات پر تو ہر قسم کی تکلیف برداشت کر سکتا ہے لیکن کسی دوسرے کو تکلیف دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں نے آج تک اتنا محبت کرنے والا اور مخلص انسان نہیں دیکھا۔ بائے گاڈ' اس میں کوئی لفاظی نہیں یہ حقیقت ہے۔" وہ بہت وثوق سے بولا اور پھر میز پر دونوں ہتھیلیاں رکھ کر آگے ہوا اور دھیرے سے بولا۔

"میرا اعتبار کریں۔" نوریہ نے اسے دیکھا اور بے اختیار سٹپٹائی۔

"یا اللہ شاید ہی کسی کی آنکھیں اتنا بولتی ہوں' جتنا اس بندے کی بول رہی ہیں۔" سر جھکا کر اس نے سوچا۔ کچھ دیر خاموشی سے سرکے پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایک منٹ نوریہ!" وہ دروازے کے قریب پہنچی ہی تھی کہ زاویار بولا۔ اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ تذبذب کی کیفیت میں کھڑا تھا۔

"میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ میرا مطلب ہے' میں آپ کو شریف انسان لگتا ہوں؟" اس نے نہایت سنجیدگی سے اپنی طرف اشارہ کر کے پوچھا لیکن چہرے کے تاثرات پہ نوریہ کو ہنسی آگئی۔

بمشکل ہنسی ضبط کرتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بس ٹھیک ہے اور آپ کے والدین کو بھی میرے جیسے شریف لوگ پسند ہوں گے۔" اب کے وہ مسکرایا' آنکھوں میں ہلکورے لیتی محبت اور شرارت نوریہ کے دل کے تار چھیڑ گئی تھی۔

سرخ چہرہ لیے دھڑکتے دل کے ساتھ وہ وہاں سے چلی آئی۔ گھر آکر بھی وہ اپنی اس نئی کیفیت پہ کتنی دیر ششدر رہی۔ ہاں حوریہ کے حوالے سے ڈھیروں ڈھیر اطمینان دل میں اترتا محسوس کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

حویلی میں آج جشن کا سماں تھا' اسی برستی خوبصورت شام میں حوریہ دلہن بن کر حویلی کے آنگن میں آئی تھی۔ بہت بھرپور انداز میں اس کا استقبال کیا گیا تھا۔

سارے روایتی رسم و رواج پورے کرنے کے بعد اسے اس کے کمرے تک پہنچا دیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں سب لوگ کمرے سے چلے گئے تو اس نے سکون کا سانس لیا اور اپنے پیچھے پڑے تکیے سے ٹیک لگا کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔

بہت خوبصورت انداز سے سجا کمرہ اپنے مکین کے اعلا ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس نے بہت خوبصورتی سے سجی سیج کو دیکھا۔ تازہ گلاب اور موتیے کے پھولوں کی بے حساب لڑیاں بیڈ کے اطراف میں تھیں۔ گردن موڑ کر اس نے سائیڈ ٹیبل کی طرف دیکھا' جہاں اسفند کا کلوز اپ تھا۔ اس نے فریم اٹھایا اور اپنے سامنے کیا۔

وہ مسکرا رہا تھا۔ نیلے کانچ جیسی بے تحاشا چمکتی آنکھیں' سرخ و سفید رنگت اور بہت ہی اسٹائلش سے بال' وہ مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے گھبرا کر تصویر واپس رکھی اور جلدی سے دوپٹے کا گھونگھٹ نکال کر بیٹھ گئی۔

دھڑکتے دل' اور رکتی سانسوں کے درمیان وہ قدموں کی چاپ سننے لگی پھر پھولوں کی لڑیاں ہٹا کر وہ اس کے سامنے بیڈ پہ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر اسے دیکھنے کے بعد اس نے حوریہ کا گھونگھٹ الٹ دیا اور جیسے مبہوت ہو گیا۔ اسفند

نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بخ ہوتے حنائی ہاتھوں کو تھام لیا' وہ سر جھکا اور جھکا گئی۔

"اونہہ۔" انگلی اس کی تھوڑی کے نیچے رکھتے ہوئے اس نے حوریہ کا چہرہ اوپر کیا۔

"زندگی نام ہی زندہ دلی کا ہے۔" وہ کچھ اور سمٹ گئی۔

"زاویار ٹھیک ہی کہتا ہے' تقدیر ہمارے حوصلوں کو آزماتی ہے۔ ایک اور دانش ور کا قول ہے کہ ہمیں وہ عطا کیا جاتا ہے جو ہمارے لیے بہترین ہوتا ہے۔" وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا لیکن وہ تو اپنی دھڑکنوں کے شور کو سن رہی تھی۔

اسفند نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تو اس نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا لیکن زیادہ دیر اس کی آنکھوں میں دیکھنا اس کے بس میں نہ تھا' سو نگاہیں جھکا گئی۔ اب وہ اس کا عجیب و غریب فلسفہ سن کر سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ چہرے پہ سنجیدگی اور لہجہ میں بولتی شرارت' حوریہ کو حیرت ہوئی۔

"میں آپ کی بات نہیں سمجھی۔" اور وہ واقعی کچھ بھی نہ سمجھی تھی جبکہ اسفند نے اس کی اس بات کو اپنے انداز میں لیا۔

"میں سمجھا دوں گا' ایسی جلدی بھی کیا ہے۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن کو چھوا تو اس کے لمس کی حدت پہ وہ بے اختیار کسمسائی۔ دل الگ پاگل ہو رہا تھا' دھڑک دھڑک کر۔

"تم نے کہا تھا نا کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں' جنہیں اگر ہم اپنی زندگی سے نکال پھینکیں تو زندگی بہت اچھی' بہت بہتر گزر سکتی ہے۔ یہ کام مشکل ضرور ہے ناممکن ہرگز نہیں۔" اسفند کی بات سن کر حوریہ کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

"تو اس دن یہ حضرت تھے جو باہر کھٹ پٹ کر رہے تھے اور میں بے وقوف سمجھ رہی تھی بلی ہے۔" اپنی سوچ پہ اسے ہنسی آئی لیکن سنجیدگی سے بولی۔

"آپ چھپ چھپ کر دوسروں کی باتیں سنتے ہیں' بہت خراب ہیں آپ۔" وہ روٹھنے لگی تھی' جب ہی اسفند اس کے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

"خراب تو میں واقعی بہت ہوں۔" لہجے کی شرارت پہ حوریہ بے اختیار گھبرا کر سر جھکا گئی۔ کچھ دیر بعد اسفند بولا۔

"بے شک ہماری شادی کسی لمبی چوڑی محبت بھری کہانی کے بعد نہیں ہوئی لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اپنے حصے کی ساری خوشیاں بھی تمہاری جھولی میں ڈال دوں گا۔ ہم اپنے رشتے کی بنیاد اعتماد' احترام اور مان پہ رکھیں گے۔ محبت تو ہو ہی جاتی ہے جیسے مجھے اب ہو محسوس ہو رہی ہے۔" گمبھیر لہجے میں کہتا وہ حوریہ کو دل میں اترتا محسوس ہوا تھا۔

✡ ✡ ✡

دونوں ہتھیلیاں گرل پہ ٹکا کر وہ تھوڑا سا آگے کو جھکی اور سامنے اسٹیج کی طرف دیکھا۔ پورا لان بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ اسٹیج پہ دولہا بنا زاویار اور اس کے پہلو میں بیٹھی دلہن کا روپ لیے نوریہ۔ زاویار کی نگاہیں بھٹک بھٹک کر اس پہ جا پڑتیں۔

اور پھر حوریہ کی نظر اپنے ڈیڑھ سالہ بیٹے بختیار پر پڑی یقیناً "نوریہ کی گود میں گھسنے کی کوشش میں ضد کر رہا تھا جبکہ نوریہ پلکیں جھکائے شرافت کا مکمل نمونہ بنی بیٹھی تھی۔ حوریہ ہولے سے ہنس دی۔

"زندگی اتنی حسین اور مکمل ہو جائے گی' یہ تو میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔" اس نے آسمان کی طرف دیکھا جہاں ستارے جگمگا رہے تھے۔

"کبھی یہ سوال مچلتا تھا دل میں کہ میرے مقدر کا ستارہ کون ہو گا اور اب میں خود پر رشک کرتی ہوں۔" کسی نے پیچھے سے اسے بازوؤں کے مضبوط گھیرے میں لے لیا۔ پہلے تو وہ چونکی اور پھر مسکراتے ہوئے سر اس کے سینے سے ٹکا کر ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھ دیا۔

اس کے مضبوط بازوؤں میں تحفظ کا کتنا احساس تھا۔ پھر آنکھیں کھول کر اس نے تھوڑا سا سر موڑ کر اسے دیکھا۔ اسفند کی آنکھوں میں محبتوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ اتنی محبتیں پا کر وہ کبھی مغرور سی ہو جاتی اور پھر اپنے رب کے آگے سجدے میں گر جاتی جس نے تھوڑی سی تکلیف دے کر ساری زندگی کو بہار کر دیا تھا۔

"تھینکس یار!" اسفند نے بہت ہولے سے سرگوشی کی تو حوریہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"کس بات کا شکریہ۔" وہ سامنے دیکھ کر بولی۔

"پتہ ہے حوریہ' ایک وقت ایسا بھی آیا تھا مجھ پر جب میں نے دعا مانگنی چھوڑ دی تھی۔ اپنے اللہ سے بدگمان ہو گیا تھا کہ وہ تو میری سنتا ہی نہیں لیکن وہ اتنا مہربان ہے کہ اس نے مجھے وہ کچھ عطا کر دیا جسے مانگنے کا بھی مجھے ڈھنگ نہ آیا۔

اب میں سوچتا ہوں تو کانپ سا جاتا ہوں کہ اگر وہ میری وہ دعائیں اس لیے جو ہمارے لیے بہتر نہیں صرف اس لیے قبول کر لے کہ یہ بندہ وقتی طور پر خوش ہو جائے گا اور زندگی جہنم بن جائے۔" وہ پھر اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تو وہ بولی۔

"ہم دونوں ہی ایک جیسی کیفیت سے گزرے ہیں' یہ میں ہو سکتا تھا۔ ایک وقت ایسا آتا جب میں بھی دعائیں مانگنا چھوڑ دیتی' بدگمانی کو دل میں جگہ دیتی لیکن میری امی جب میری ہمت ٹوٹتی دیکھتیں تو بس اتنا ہی کہتیں۔ حوریہ! وہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ وہ تمہاری ضرور سنے گا اور دے گا وہ جو تمہارے حق میں بہترین ہے اور وہ مجھے مل گیا۔" اس کے ہاتھوں پہ ماتھا ٹکا کر وہ بولی تو اسفند نے کچھ دیر بعد اس کا چہرہ اوپر کیا۔

"مجھے تمہارا ہی ساتھ چاہیے تھا۔ تم ہی تھیں جس کی تلاش تھی۔ تمہاری ہمت اور حوصلے نے مجھے بہت متاثر کیا اور میں دل و جان سے راضی ہو گیا اپنے والدین کی خوشی پہ۔ تھوڑا بہت ملال جو باقی رہ گیا تھا نا قدری کا' وہ تمہیں پا کر کہیں دور بھاگ گیا اور اگر وہ ملال ختم نہ ہوتا تو میں ناشکروں میں شمار ہوتا۔ مجھے ایسی ہی لڑکی چاہیے تھی جو مجھے محبت اور احترام دے اور میں اسے محبتوں کا مان اور تحفظ دے سکوں۔" بہت محبت سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا تو وہ گویا ہوئی۔

"آپ میرے مقدر کا چمکتا ہوا ستارہ ہیں اسفند! جسے میں نے آسمان پر کھوجنے کی کوشش کی تھی۔"

"یار! اپنی باتوں میں ہم اپنے بخت کے ستارے کو تو بھول ہی گئے۔" وہ شرارت سے مسکرایا۔ اشارہ بیٹے کی طرف تھا۔ حوریہ نے مڑ کر گرل پہ دونوں بازو ٹکائے اور اپنے ہی اسٹائل میں بولی۔

"وہ مسٹر اس وقت اپنی خالہ کی گود میں گھسا لاڈ اٹھوا رہے اور خالہ کے میک اپ کا ناس مارنے میں مصروف ہیں اور خالو جی پوری کوشش میں ہیں کہ بھانجا خالہ کا ناس مارنے کی بجائے ان کے بال سنوارے اور لیجیے وہ کامیاب ہو گئے ہمارے بخت کو اپنی گود میں لینے میں۔"

وہ مزے سے اسٹیج کی صورت حال واضح کر رہی تھی اور اسفند بھی اس کے پاس گرل پہ بازو رکھ کر پیار بھرے لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

"حوریہ! یار' تم نے نہ صرف مجھے بکھرنے سے بچا لیا بلکہ میری زندگی میں ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھیر دیں۔" اس کی بات سن کر حوریہ آسودگی سے مسکرا دی کہ یہ تو اس کے من کی بھی بات تھی۔

اسے اپنی ماں کی کہی باتوں کی سچائیوں اور اپنی خوش بختی کا یقین ہو گیا تھا۔ اب زندگی کی راہیں دشوار گزار نہیں بلکہ اسفند کی ہمراہی میں بہت سہل' بہت آسان ہو گئی تھیں۔

کوئی چھاؤں ہو
جسے چھاؤں کہنے میں
دوپہر کا گماں نہ ہو
کوئی شام ہو
جسے شام کہنے میں شب کا کوئی نشاں نہ ہو
کوئی وصل ہو
جسے وصل کہنے میں ہجر رُت کا دھواں نہ ہو
کوئی لفظ ہو
جسے لکھنے پڑھنے کی چاہ میں
کبھی ایک لمحہ گراں نہ ہو

✸

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

کتاب کا نام	مصنفہ	قیمت
زندگی اِک روشنی	رخسانہ نگار عدنان	500/-
خوشبو کا کوئی گھر نہیں	رخسانہ نگار عدنان	150/-
شہر دل کے دروازے	شازیہ چودھری	300/-
تیرے نام کی شہرت	شازیہ چودھری	150/-
دل ایک شہر جنوں	آسیہ مرزا	400/-
آئینوں کا شہر	فائزہ افتخار	400/-
بھلاں دے رنگ کالے	فائزہ افتخار	180/-

ناول منگوانے کے لیے فی کتاب ڈاک خرچ -/30 روپے

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 2216361